وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جائیں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جائیں

جامعہ احمدیہ

طلباء جامعہ احمدیہ کا علمی رسالہ ماہی

(زیر نگرانی)

جناب سید محمد اسحاق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ

(مرتبہ)

محمد صادق (مولوی فاضل) چراغ الدین (مولوی فاضل)

قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ

فہرست مضامین رسالہ جامعہ احمدیہ قادیان دارالامان

حصہ عربی

رسالہ جامعہ احمدیہ قادیان
مدیر حصہ اردو: چراغ الدین - فورتھ ایئر

سالانہ شرح
ایک روپیہ ۸ آنہ
بیرون ہند
۲ روپے

ادارہ تحریر
چراغ الدین فورتھ ایئر
محمد یعقوب تھرڈ ایئر
یوسف شاہ سیکنڈ ایئر
محمد سلیم فرسٹ ایئر

جولائی سنہ ۱۹۳۰ء مطابق صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ھ

جلد ۱ نمبر ۲

شذرات

مذہب وسیاست - یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ ہندوستان اپنی گوناگون رنگینیوں قدرت کی عطا کردہ دلفریب بوقلمونیوں کی وجہ سے ہمیشہ اغیار کی ستم آرائیوں کا تختۂ مشق بنا رہا ہے، اور اپنے محاسن ملکی کے طفیل آج تک غیر ملکی لوگوں کی للچائی ہوئی نظروں کا مرجع اور ع

"تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث"

کا سچا مصداق رہ چکا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسے سیاسی امور کے متعلق کبھی اطمینان کا سانس لینا نصیب نہیں ہوا۔ مگر ایک خطرناک مصیبت جو غالباً ازل سے مادر ہند کے حصہ میں آچکی ہے۔ اور جس کی طرف عام طور پر کماحقہٗ توجہ مبذول نہیں کی جاتی۔ وہ وہ فضاء ہے جس میں سے آج کل ہمارا ملک گذر رہا ہے۔ لاتعداد متضاد خیالات کے لوگ اس کے باشندے ہیں۔ آئے دن کے مذہبی فسادات نے اسے ہلکان کر رکھا ہے۔ باہمی خانہ جنگیاں اس کی ترقیات میں سد سکندری کی مانند حائل ہیں۔ غرض ہندوستان ایک عجائب خانہ ہے جس میں جمع بین النقائض کا منظر عیاں نظر آرہا ہے۔

اس لئے ہم بصد شوق متمنی ہیں اور وفور ذوق سے حصول مقصد کے لئے چشم براہ کہ تا بجد امکان حقیقت حال کو منکشف کر دیا جائے۔ تا حقیقت اسلام سعید ارواح کے لئے ضیاء بخش ہو اور بانی اسلام کی سچی وجاہت۔ آپؐ کے پیشکردہ لائحہ عمل کی صداقت حق پسندوں کو آشکار انظر آنے لگے۔

ہم اس حقیقت کو ببانگ دہل ہر کان تک پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک مذہب

کی حیثیت سیاسیات سے کہیں بالا اور اس کا خیال ریاست سے وجوباً مقدم ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جامعہ احمدیہ نمایاں طور سے مذہبی مضامین کا حامل ہے۔

روش زمانہ - موجودہ وقت میں ہندوستان کی کشتی بیم و رجا امید و یاس کے مابین چل رہی ہے۔ ایک مصیبت ابھی ختم نہیں ہونے پاتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ کانگرسی تحریکوں کے بے پناہ تیر اور ان کے ستم ظریف ناوک اندازوں کی جدت طرازیاں ملت بیضا کے شیدائی کہلانے والوں کو اسلام کے لئے درپئے آزار بنا رہی ہیں۔ اچھے بھلے مسلم رہنما جادہ مستقیم سے منحرف ہو کر اسلام کے لئے "نادان دوست" بن رہے ہیں ان کی افسوسناک روشوں کو دیکھ کر بے اختیار یہ شعر یاد آتا ہے۔ سے

رونا ہے یہ کہ آپ بھی ہنستے تھے ورنہ یاں طعن رقیب دل پہ کچھ ایسا گراں نہ تھا

"جامعہ احمدیہ" کے مضامین - جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ "جامعہ احمدیہ" خصوصیت سے مذہبی مضامین کا مرقع ہے۔ اس لئے ہم نہائت مسرور ہیں۔ کہ مضامین مقصودہ کے حصول میں ہماری کوششیں کامیاب ثابت ہوئی ہیں

چنانچہ مولوی عبد المنان صاحب کا مضمون خوارج کے متعلق ایک نہائت تحقیقی سرمایہ ہے۔ اور اس مضمون کے مرتب کرنے میں جس قدر محنت سے کام لیا گیا ہے۔ وہ بھی واضح ہے مضمون میں تاریخی چاشنی اسے بیحد وقیع بنا رہی ہے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کا مضمون مبلغین کے لئے ایک شاندار پروگرام ہے جس کا ہر وقت پیش نظر رہنا ازبس ضروری ہے۔

علامہ محمد اسمٰعیل صاحب پروفیسر "جامعہ احمدیہ" کا مضمون اپنی نظیر آپ ہے۔ فی الواقعہ اسلامی معاشرتی احکام کے متعلق ایسے مضامین کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نے مسئلہ رہن کی حقیقت کو بکمال وضاحت عریاں کر کے دکھایا ہے۔

مولانا تاج الدین صاحب کے مضمون (استقبال کعبہ) میں جس عمدگی سے معترضین کے الزام کا ابطال کیا گیا ہے وہ محتاج بیان نہیں وہ اسلام جو ہمیشہ بت شکنی کے لئے مطعون رہا۔ اس کے متعلق یہ کہنا۔ کہ وہ شرک کی تعلیم دیتا ہے ایسے پوچ اعتراض کا جواب صاحب موصوف نے باحسن وجوہ سرانجام دیا ہے۔

از "اسسٹنٹ ایڈیٹر"

تاریخ الجمعیات السریہ کا ایک باب

یعنی

ثورۃ الخوارج

(از مولوی عبدالمنان صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ)

اسلام کے ابتدائی پنجاہ سالہ دور میں جو واقعات اور کوائف پیش آئے ان میں سب سے زیادہ اہم اور ہولناک خوارج کا ظہور ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ امت اسلامیہ کے نہایت مضبوط اتحاد و تنظیم کی آہنی کڑیوں پر سب سے پہلی اور کاری ضرب اسی گروہ کے پیدا ہونے سے لگی۔ تو تاریخ کی روشنی میں کوئی شخص اسے غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

بیشک رسول کریم صلعم کی وفات کے معاً بعد صدیق اکبر کے عہد خلافت نیز حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مرتدین اور باغیوں کے گروہ اٹھ کھڑے ہوتے تھے[1] اور ان واقعات کو معمولی نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن خوارج کے ظہور سے اسلامی تاریخ میں جس خونیں اور الم انگیز باب کا افتتاح ہوا وہ اس فتنہ کو سب سے زیادہ اہم بنا رہا ہے۔ اگر ہم ان تمام سیاسی فتنوں کے اسباب و علل پر غائر نگاہ ڈالیں جو حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت یا اس کے بعد مختلف اشکال و قوالب میں رونما ہوتے رہے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ ان میں سے اکثر کی ابتدا اور منشا خوارج کی پیدا کردہ روح ہی تھی۔ امت مسلمہ میں سیاسی افتراق کے علاوہ مذہبی اختلافات کا سرچشمہ اور منبع بھی خوارج کا وجود ہی ہے کیونکہ جب انہوں نے حضرت علیؓ کو علانیہ طور پر برا بھلا کہنا شروع کیا اور نہایت سخت الزامات لگا کر ان کی شان کو گھٹانے کی کوشش کی۔ تو انصار علیؓ میں سے ایک گروہ کا پیدا ہونا طبعی اور لازمی امر تھا جو ان کے خلاف اس جوش اور تندہی سے حضرت علیؓ کی تعریف و توصیف کرتا اور بعض نے تو ان کو خدا ہی بنا دیا چنانچہ روافض[2] اور شیعہ اس مقصد کو

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے لیکچر "اسلام میں اختلافات کا آغاز" میں نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے ۱۲

[2] الفرق بین الفرق صہ ۱۵

نے کر لئے تھے۔ پھر وہ لوگ جو ان دونوں فرقوں میں سے کسی میں بھی شامل نہ ہوئے اور افراط و تفریط کی راہ سے مجتنب و محترز رہے انہوں نے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم کیا اور اس طرح پر اسلام میں فرقہ بندی ایسی قبیح رسم کی ابتدا ہوئی ۔

پس خوارج کا فتنہ جس سے ایک وقت میں تمام عالم اسلامی نہایت گہرے طور پر متاثر ہوا۔ اسلام کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس سے واقف ہونا ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ علل ماضیہ کے حالات کا اعادہ قوموں کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اور گذشتہ اقوام کی باغیانہ سرگرمیوں کا ذکر اپنے دور حیات کو محفوظ اور پر امن بنانے میں بہت حد تک ممد و معاون ہوا کرتا ہے نیز ملل غابرہ کے تشتت وافتراق کے قصے بہت کچھ عبرت و موعظت کا سامان اپنے اندر پنہاں رکھتے ہیں اس لئے خوارج کے متعلق اپنے خیالات نذر خدمت کرتا ہوں ۔

ان کے مختلف نام

یہ گروہ تواریخ میں خوارج کے نام سے موسوم ہے نبی اکرمؐ نے ان کو کلاب النار کہا ہے۔ خود اپنے کو حروری اور شراۃ کہلاتے تھے معتزلہ نے ان کا نام نواصب رکھا ہے متکلمین انہیں مارقیدہ کہتے ہیں اور بعض لوگ ان کو جنگجویانہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے سباع العرب کا لقب بھی دیتے تھے ۔

ظہور کا وقت

بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ خوارج کا گروہ خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے وقت سے ہی پایا جاتا تھا اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے[۱] یا کم از کم ان کی انگیخت سے ایسا وقوع پذیر ہوا۔ گویا ان کے نزدیک خوارج کی بناء عہد خلافت ثالثہ میں ہی پڑ چکی تھی اگرچہ مبرہن طور پر ان کی متمردانہ کوششیں خلافت حیدریہ میں بروئے کار آئیں لیکن جہاں تک واقعات حقائق کا تعلق ہے یہ قول اپنے اندر کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں رکھتا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج کا اصل الاصول اور ان کی تمام و کمال بنیاد مسئلہ تحکیم ہے اور وہ اپنے اعتزال کی سب سے بڑی وجہ اسی مسئلہ کو قرار دیتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کے سوال کرنے پر ان کی طرف سے علیحدگی کی یہی وجہ بیان[۲] کی

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز تحت عنوان خارجی جلد ۷ صـ ۶۹۳

[۲] دائرۃ المعارف مطبوعہ مصر جلد ۶ صـ ۶۵۲ تحت عنوان علیؓ و ابن خلدون جلد ۵ صـ ۱۷۶

گئی ہے اور اس مسئلہ کی ابتدا جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے جنگ صفین سے ہوئی پس یہ خیال کسی طرح بھی قرین قیاس اور صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل ان کی ابتدا جمہور مورخین کے بیان کے مطابق[1] اس وقت ہوئی جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ۳۷ھ میں صفین کے مقام پر بعض اجتہادی غلطیوں کی وجہ سے وہ خونچکاں اور ہیبت ناک جنگ ہوئی جس کو امت اسلامیہ کا سب سے بڑا خونیں واقعہ شمار کیا جاتا ہے جس میں جانبین کے نوے ہزار نفوس ہلاک ہوئے[2] آخر جب یہ لڑائی معاویہ کی شکست پر منتج ہو کر ختم ہونے کو تھی[3] تو ان کے حلیف عمرو بن عاص نے ان کو یہ مشورہ[4] دیا کہ ہم قرآن کو نیزوں پر رکھ کر بلند کریں اور اس طریق پر اہل عراق (انصار علیؓ) کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دیں اگر مان گئے تو یہ مصیبت ایک وقت کے لئے ہم سے ٹل جائیگی۔ عمرو بن عاص کا فیصلہ کارگر ثابت ہوا اور جب اہل شام نے مصاحف کو نیزوں پر رکھکر بلند کیا اور ساتھ ہی یہ آواز گونجی ھذا کتاب اللہ عزوجل بیننا و بینکم تو اہل عراق میں اس بارے میں اختلاف اور تفرق پیدا ہو گیا۔ حضرت علیؓ اپنی فراست سے حریف کی اس چال کو فوراً سمجھ گئے اور انہوں نے اپنی افواج کو کہا کہ محض ایک چال چلی گئی ہے دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا گیا ہے ان کے ساتھ لڑائی کو جاری رکھنا چاہیئے جس کا نتیجہ یقیناً ہماری فتح ہے لیکن اشعث بن قیس مسعود بن فدکی التمیمی زید بن حصین الطائی اور شریح[5] بن ہانی ایسے بڑے بڑے شیدائیوں نے کہا کہ معاویہؓ اور اس کے ساتھی تو کتاب اللہ کی دعوت دیتے ہیں اور تم ہمیں تلوار کی طرف بلاتے ہو اب ہم ہرگز لڑائی نہیں کریں گے اگر تم مصر ہو تو یاد رکھو ہم تم سے بھی وہی معاملہ کریں گے جو عثمانؓ بن عفان سے کیا گیا تھا[6] حضرت علیؓ ان کے اس اصرار کی وجہ سے مجبور ہو گئے آخر لڑائی بند ہو گئی۔ سپہ سالار اشتر نخعی کو میدان جنگ سے یزید بن ہانی السلمی کو بھیجکر واپس بلوا لیا گیا اور اشعث بن قیس کو اس کی اپنی خواہش کے مطابق بھیجا کہ وہ دریافت کریں کہ مصاحف کیوں بلند کئے

---

[1] تاریخ الخمیس جزو ثانی صفحہ ۳۱ وسیرت مغلطائی بحوالہ خمیس۔ [2] دائرۃ المعارف جلد نمبر ۶ صفحہ ۶۵۱

[3] الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ مطبوعہ مصر ۱۹۰۴ء صفحہ ۲۰۵

[4] تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان جزو رابع صفحہ ۵۲ وجزو اول صفحہ ۶۱

[5] امام شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں ان اسباب کو اسی طرح ضبط کیا ہے لیکن ابن خلدون نے جلد ۲ صفحہ ۱۷۵ و ۱۷۶ اور علامہ طبری نے جلد ۷ صفحہ ۳۳۳۱ میں مسعر بن فدکی اور یزید بن حصین نام لکھے ہیں۔ [6] ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۱۷۴

گئے ہیں[1] معاویہؓ نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ خونریزی بند ہو جائے اور قرآن سے فیصلہ چاہا جائے اور دو حکم بٹھا دیں جو وہ فیصلہ کریں ہم پر ان کا حکم ہر طرح قابل تسلیم ہوگا۔

چنانچہ دونوں پارٹیوں کے متفقہ سمجھوتہ سے یہ قرار پایا کہ حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت ابو موسےٰ الاشعریؓ المتوفی سنہ ۵۰ھ اور معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاص رمضان المبارک کے مہینے میں اذرح دومتہ الجندل مقام پر چار چار سو آدمی لے کر حاضر ہوں اور جو فیصلہ بھی قرآن و سنت کے مطابق وہ کریں وہ قطعی اور ناطق ہوگا۔ اور ۱۲ صفر سنہ ۳۷ھ بروز بدھ مندرجہ ذیل مسودہ صلح لکھا گیا۔ لیکن اس کے مکمل ہونے سے قبل کئی ایک سوالات اٹھائے گئے مثلاً علی امیر المومنین لکھا گیا لیکن عمرو بن عاص نے اعتراض کیا تب حضرت علیؓ نے ان کو صلح حدیبیہ کی وہ حدیث سنائی کہ سہیل بن عمر نے بھی اعتراض کیا تھا (اور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اے علیؓ تجھ سے بھی ایسا ہوگا[2]) اور پھر ابوالاعورؓ نے کہا کہ معاویہؓ کا نام علی سے پہلے لکھنا چاہیئے وغیرہ آخر یہ عبارت لکھی گئی[3]۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ وہ معاہدہ ہے جس پر علیؓ ابن ابی طالب اور معاویہؓ ابن ابی سفیان نے آپس میں فیصلہ کیا - علیؓ نے اہل کوفہ اور اپنے ساتھ کے (مسلمانوں اور مومنوں کی طرف سے یہ معاہدہ منظور کیا ہے اور اسی طرح معاویہؓ نے اہل شام اور اپنے (دوسرے مسلمان ساتھیوں کی طرف سے[4]) کہ ہم خدا اور اس کی کتاب کے فیصلہ پر راضی ہیں کہ وہی ہمارے اتفاق کے موجب ہیں اور یہ کہ اول تا آخر کتاب اللہ ہی ہمارا مسلک ہے جس کو وہ قائم رکھتی ہے ہم قائم رکھیں گے اور مٹائینگے جس کو اللہ کی کتاب مٹاتی ہے "۔

۲- حکمین عبد اللہ بن قیس - ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص جو کتاب اللہ میں پائیں اس

ف[1] طبری مطبوعہ لندن جلد ۷ صفحہ ۳۳۳۲ و دائرۃ المعارف جلد ۶ تحت عنوان علی۔

ف[2] ہلالین کے اندر کی عبارت بخاری میں نہیں لیکن حضرت علی کے خطبوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔

ف[3] طبری جلد ۷ صفحہ ۳۳۳۶ و دائرۃ المعارف جلد ۶ تحت عنوان علی - ابن خلدون نے بھی اس کو نقل کیا ہے لیکن نہایت اختصار اور الفاظ کے تغیر کے ساتھ جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ اور ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ کے صفحہ ۲۰۰ میں اس مسودہ کو الفاظ میں بڑے تغیر کے ساتھ مفصل لکھا ہے۔

ف[4] ہلالین کی عبارت علامہ طبری نے نقل کی ہے لیکن صاحب دائرۃ المعارف نہ معلوم اسے چھوڑ گئے ہیں یا ان کے پاس سودہ پہنچا ہی اس طرح ہے

پر عمل کریں اور اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر وہ سنت عادلہ کو اختیار کریں جو موجب اجتماع اور ہر اختلاف کو بڑھنے سے روکنے والی ہے۔

۳۔ اور ہر دو حکم نے معاویہؓ علیؓ اور دونوں فوجوں سے قول و اقرار لے لئے ہیں۔ کہ دونوں اپنے اور اپنے کنبے کے متعلق امن میں ہوں گے اور ساری امت جو بھی وہ فیصلہ کریں اس میں ان کا ساتھ دے گی اور ان دونوں گروہوں میں سے مسلمان اور مومن میں ہم ہر ایک کو اللہ کا عہد و پیمان دیتے ہیں کہ جو اس اقرار نامہ میں ہے ہم اس پر قائم رہیں گے۔

۴۔ اور جب دونوں کا فیصلہ مومنوں کے متعلق ہو جائے تو خود ان پر ان کے اہل و عیال پر ان کی جائیدادوں کے متعلق ان کے غائب و حاضر پر ضروری ہوگا کہ امن و استقامت اختیار کریں اور باہمی پیکار چھوڑ دیں۔

۵۔ نیز عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کے ذمہ یہ اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ وہ اس جماعت میں فیصلہ کریں اور ان کو کسی جنگ یا تفرقہ میں دوبارہ دھکیلکر گناہگار نہ بنیں سوائے اس کے کہ ان کے فیصلہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔

۶۔ اس فیصلہ کے اعلان کی میعاد رمضان المبارک تک ہے اور اگر وہ دونوں اس کو کچھ اور التواء میں ڈالنا چاہیں تو باہمی رضامندی کے ساتھ ایسا کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ اور اگر ان دونوں حکموں میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس فریق کا امیر اس کی جگہ اور چنیگا اور حتی الوسع کوشش کرے گا کہ انصاف پسند اور دیانتدار لوگوں میں سے کسی کو انتخاب کرے۔

۸۔ جو جگہ اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان مساوی فاصلہ پر ہو اور اس کو یہ حکم تجویز کریں وہ ان کے فیصلہ کرنے کا مقام ہوگا[۱]

۹۔ اور اگر دونوں حکم پسند کریں تو ان کے پاس وہی لوگ آئیں جن کو وہ چاہیں۔

۱۰۔ اور حکم جو گواہ بھی چاہیں بنالیں۔

۱۱۔ پھر وہ اس صلحنامہ کی شرائط کے مطابق اپنی شہادتوں کو قلمبند کر دیں۔

[۱] دومتہ الجندل۔ یہ مقام مدینہ۔ دمشق اور کوفہ تینوں جگہوں سے ایک ہی فاصلہ پر واقعہ ہے۔

۱۲- جو شخص اس صحیفہ کی شرائط کو چھوڑے اور اس میں ظلم و کجروی کا قصد کرے اس کے خلاف یہ متحد ہوں گے "اللھم انا نستنصرك على من ترك ما فی هذه الصحيفة"[1]

اور اس طرح پر وہ خونیں ہنگامہ (جنگ صفین) جو امت اسلامیہ کے نازک ترین اور اہم تغیرات کے المناک عہد میں شروع ہوا تھا ختم ہو گیا[1]۔

اسلامی مسرور تھے کہ پریشانی و خانہ جنگی اور انتشار کے دور سے ہم نکل آئے - درماندہ شکستہ پا سپاہ خوش تھی کہ آرام و چین سے گھروں میں بیٹھیں گے اور لڑائی کی شدتیں اب نہ جھیلنی پڑینگی لیکن آہ وہ نہ جانتے تھے کہ یہ ایک مستقل فتنہ کا پیش خیمہ ہے جس کے بعد جنگی ہنگاموں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جائیگا اور جس کے مہیب نتائج کی یاد ملت بیضا کو قرنہا قرن تک خون رلائیگی۔

کیونکہ اس سمجھوتہ کی اشاعت کے بعد حضرت علیؑ کے گروہ میں ہیجان و اضطراب کی ایک عظیم الشان لہر دوڑ گئی اور وہی لوگ جو پہلے مصر تھے کہ فیصلہ کے لئے حکم مان لئے جائیں اب زرعہ بن خرج الطائی اور حرقوص بن زہیر کی زیر قیادت اس بات پر زور دینے لگے کہ اس معاہدہ کو توڑ دیا جائے کہ خونوں کے بارہ میں کسی کو فیصلہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور حسب منطوق آیت قرانی وما اختلفتم فیهم من شیئ فحکمه الی الله انسانوں کو حکم بنانا ناجائز ہے اور اگر حضرت علیؑ کو اپنی خلافت کے بارہ میں شک ہے کہ آیا وہ اس کے جائز حقدار اور اہل ہیں۔ یا نہیں ۔۔۔۔۔۔ تو دوسروں کو تو زیادہ شک کی گنجائش ہے چنانچہ حضرت علیؑ کو کہا گیا تب من خطيئتك وارجع عن قضيتك واخرج بنا الی عدونا[2] لیکن حضرت علی نے انکار کر دیا اور کہا قد اردتکم علی هذا فعصيتمونی وقد کتبنا بینهم وبینینا کتابا وشرطنا شروطا واعطينا عليها عهودا ومواثقا تب بارہ ہزار آدمی شعث بن ربیع التمیمی کے زیر قیادت[3] لاحکم الا لله کا نعرہ[4] لگاتے ہوئے حضرت علی کی جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو کر حروراء مقام پر بغاوت کا علم بلند کر دیا[5]۔ یہ تھی خوارج کی ابتدا۔

---

[1] ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۱۷۷ [2] ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۱۷۸

[3] الفرق بین الفرق صفحہ ۵۷ لیکن ابن خلدون نے شیث بن عمر التمیمی ضبط کیا ہے

[4] تاریخ خمیس جزو ثانی صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ سنہ ۱۳۰۲ھ [5] طبری کی روایت کے مطابق لاحکم الا الله کا نعرہ سب سے پہلے رداس کے بھائی عروہ بن ادیہ نے بلند کیا تھا طبری صفحہ ۳۳۲۹ لیکن امام شہرستانی اپنی کتاب میں حجاج بن عبداللہ کا نام تحریر کرتے ہیں۔ الملل والنحل صفحہ ۷۱۔

حج کا مدعا

از چراغ الدین متعلم جامعہ احمدیہ س ج۔

حج کا واحد مدعا خدائے لم یزل کی فرمانبرداری کی بے نظیر مثالوں کو یاد دلانا اور نونہالان قوم کو ان کی مقصد حیات کی طرف متوجہ کرنا ہے تا اس سے سبق حاصل کر کے عملی میدان میں گامزن ہوں۔ اور ترقی کی شاہراہوں پر قدمزن ہو کر منازل شاقہ کو طے کرتے ہوئے اپنی اس غرض کو جس کے لئے خالق کون و مکان ان کو کتم عدم سے نکال کر منصہ ظہور پر لایا ہے باحسن طریق پورا کر سکیں اور اس کے نتیجے میں ان افضال و انعام کے وارث بنیں کہ جن کا ان کو وعدہ دیا گیا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک آقا اور ایک غلام ایک امیر اور ایک غریب سادہ لباس میں ننگے سر اور برہنہ پا طواف مسنون ادا کرتے ہیں حمد و ثنا کے پاک اور مقدس الفاظ ان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں اور اس العزیز کی عظمت و جبروت کا خیال دل میں جاگزین ہوتا ہے۔ حجر اسود کو بوسہ دیکر دعاؤں میں مشغول ہو کر بااظہار گریہ و تضرع اس کے حضور میں سجدہ بجالاتے ہیں اور اپنے گناہوں سے باز رہنے کا عہد ہاں پختہ عہد کرتے ہیں اور کانپتے ہوئے اس پر کاربند رہنے کا استوار ارادہ رکھتے ہیں صفا و مروہ پر جاکر یا خدا ضعیفہ (ہاجرہ) اور شیر خوار بچے (اسمعیلؑ) کی صحرا نوردی اور ان کے مصائب کی یاد سے رعشہ براندام ہو جاتے ہیں دوسری طرف چاہ زمزم رحمت ایزدی کی صورت میں مواجی دکھاتا ہوا ہمیں یہ سبق زبان حال سے سکھلاتا ہے کہ اگر خدا کے رستے میں فنا ہو جاؤ تو تم بھی ان افضال کے وارث بنو گے رمی الجمار میں باپ (ابراہیمؑ) کے ہاتھ سے بچے (اسمعیلؑ) کے گلے پر چھری رکھے جانے کا واقعہ اور انسانی جذبات اور فطرتی احساسات اور خداوندی محبت کے مابین کشمکش ہونے کا نقشہ پیش نظر ہوتا ہے قربانی کرتے ہوئے اس کا فضل و کرم آنکھوں کے سامنے کالمشاہدہ آجاتا ہے جس نے بے مثل ابتلا کے عوض میں لخت جگر کی جگہ جانور کی قربانی منظور فرمائی۔ اور ہمارے لئے اپنی راہ میں اولاد کی بجائے صرف مال سے دست بردار ہونا کافی و وافی قرار دیا۔ بھارت ورش کے نوجوان مہابھارت کے سوانگ بھر کر قومی جوش ابھارنا چاہتے ہیں اور ان کی بے حسی کو متبدل بحس کرنا چاہتے ہیں مگر حاجیوں کو حج کے اندر نفس و شیطان سے جہاد کرنیوالے اور راہ خدا میں اپنی قیمتی جان کو رائی کے برابر بھی نہ سمجھنے والے کے کارنامے اور اولوالعزمیاں زندہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آج کل تھیٹروں میں عموماً چند ایکٹر

پلیٹ فارم پر آکر اپنا ایکٹ کر جاتے ہیں باقی لوگ تماشہ دیکھنے والے تالیاں بجاتے اور واہ واہ کرتے ہوئے اس وقت کو دل لگی میں گذار کر واپس چلے جاتے ہیں مگر اس تھیٹر (حج) میں نہ کوئی تماشا دیکھتا ہے نہ دکھاتا ہے بلکہ از خود ہر ایک ایکٹر بنا ہوتا ہے اور ہر ایک اپنے آپ کو (نہ کسی اور کو کہ دوسرے کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں) فنا فی عشق اللہ کا سبق دیتا ہے اور ایک رنگ میں رنگین ہونے کی وجہ سے (تخلقوا باخلاق اللہ) روحانی لہر برقی رو کی طرح گندہ دلوں کی آلائش کو دور کر کے روح کو گناہوں کے ظلمت کدہ سے آزاد کر دیتی ہے۔ غرضیکہ ہر ایک مومن اور متوکل علی اللہ انسان کے لئے حج کئی اسباق کا ذخیرہ ہے۔ نادان ہیں وہ لوگ جو اس کو از قسم شرک گردانتے ہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ حج میں کوئی عمل از قبیل شرک نہیں بلکہ جن کے افعال روز مرہ میں شرک کی آلائشیں ہیں ان کو دور کرنے کا ایک واحد ذریعہ ہے ۔

آداب مجلس

مجلس سے مراد یہ ہے کہ جہاں لوگ جمع ہوں اور چونکہ کسی نہ کسی ضرورت سے لوگوں کو جمع ہونے کا اتفاق اکثر ہوا ہی کرتا ہے تو ایسے اجتماع کا نام مجلس ہے پھر مختلف اغراض کے لئے اجتماع ہوا کرتا ہے جن کے آداب جدا جدا ہیں مگر قرآن کریم نے ہمیں ایک جامع ادب سکھلایا کہ جس کے ملحوظ نہ رکھنے سے بسا اوقات بلکہ ہمیشہ برے سے برے نتائج نکلا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اپنے شریک مجلس کے آرام کو مد نظر رکھو تا تمام کے تمام خوش و خرم رہو اس اصل کو مد نظر رکھتے ہوئے قران کریم فرماتا ہے :-

اول واذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا ۔ جب حکم دیا جائے کہ کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھ جایا کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خداوند کریم تمہارے لئے فراخی عطا کریگا ۔

دوم واذا قیل انشزوا فانشزوا جب کھڑے ہونے کے لئے کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے درجات بلند ہوں گے ۔

یہ دونوں حکم انسان کو اخلاق۔ ایثار اور انکسار کی تعلیم دیتے ہیں جن کے نتائج ظاہر و باہر ہیں ۔ (ماخوذ)

جذباتِ ظفر

(از مولوی ظفر محمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ)

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
خود مسلماں کو بھی مشکل ہے مسلماں ہونا

کب الٰہی تیرے فضلوں سے مسلماں ہونگا
اب تلک ہاتھ نہ آیا مجھے انساں ہونا

اپنے ہی فضل سے وہ چیز عطا کر مجھ کو
لوگ کہتے ہیں جسے صاحبِ ایماں ہونا

یہ جہاں ہیچ ہے مل جائے ہمیں دار بقا
گر میسّر ہو ہمیں عاملِ قرآں ہونا

لاجرم سارے مذاہب میں ہے کچھ قربانی
لیکن اسلام ہے ہر آن میں قرباں ہونا

بات دل کی نہ کبھی مان کہ ناداں ہے یہ
چاہیئے نفس پہ تو عقل کا سلطاں ہونا

کوئی مومن بھی ہو پھر سست ہو ناممکن ہے
شانِ ایماں ہے ہے دورتن آساں ہونا

کیسی پھر لیت و لعل کہ چکے آمنّا جب
دل میں اپنے نہیں اچھا کوئی خلجاں ہونا

جو بھی ہو ہو ندوانجام سے کچھ کام نہیں
کام اپنا ہے فقط تابعِ فرماں ہونا

عیش دو روزہ میں کھو دینا نشاط جاوید
اس سے کیا بڑھ کے بھلا اور ہے ناداں ہونا

جز توکلت علی اللہ نہیں زاد مرا
مجھ کو منظور نہیں بندۂ ساماں ہونا

کیوں مرے خانۂ دل کی یہ بنا ڈالی تھی
گر نہ منظور تھا یاں آپ کو مہماں ہونا

کشش ذوق طلب نے مجھے کیا بخشا ہے
چشم دل کر گیا وا آپ کا پنہاں ہونا

جادۂ عشق پہ چلنا جو ہے دشوار تو کیا
کار مشکل کا بھی مشکل نہیں آساں ہونا

ہے پریشانئ خاطر کا فقط ایک علاج
یاد مولیٰ میں ظفر دل کا پریشاں ہونا

مبلّغین کے لئے لائحہ عمل

کامیابی کے پانچ گُر

(مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں جہاں انسانوں کو روحانیات میں ترقی دینے کے لئے اور انہیں اپنی رضاء و خوشنودی کی خلعت فاخرہ پہنانے کے لئے ایسے بیسیوں ذرائع بیان فرمائے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے وہ اپنے مقصد حیات کو نہایت آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں وہاں اس رحیم کریم خدا نے ہمارے حال پر رحم فرماتے ہوئے بعض ایسے قیمتی اصول بھی اپنی پاک کلام میں ذکر فرما دیئے ہیں جن کو ہمیشہ اپنے زیر نظر رکھنے سے مخالفین کے مقابل ہمیں ظاہری طور بھی نمایاں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے *

غرض اسلام نے اگر ایک طرف ہماری روحانی ترقیات کے لئے نہایت وافر سامان اپنی الہامی کتاب میں جمع فرما دیا ہے تو اس نے دوسری طرف ہمیں ظاہری کامیابیوں تک پہنچانے کے لئے بھی نہایت قیمتی طریق قرآن مجید میں بیان فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا ہے *

بھلا کون نہیں جانتا کہ ایک مذہبی آدمی کے لئے سب سے کٹھن گھڑی وہ ہوتی ہے جبکہ ایک دشمن دین کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوتا ہے اس وقت سیل ضلالت ہدایت کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس محفوظ قلعے کو جس پر شیطان کی کمند پہنچ نہیں سکتی اپنے زور سے گرا دے یا کم سے کم اس میں شگاف پیدا کر دے *

وہ وقت کیسا نازک وقت ہوتا ہے نور و ظلمت کا کیسا عظیم الشان مقابلہ ہوتا ہے شپرہ چشم انسان ظلمت کے کونوں کو کس قدر بطیب خاطر پسند کرتے ہیں اور پھر ایک مذہبی آدمی کی یہ کس قدر زبردست آرزو ہوتی ہے کہ اس مقابلہ میں شیطان اپنے اوندھے منہ فرش ندامت پر گر پڑے دل میں کیا کیا کچھ خیالات اٹھتے ہیں انسان کس قدر اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں اور دعائیں کرتا ہے کہ وہ کامیابی کا سہرا اس کے اپنے سر پر لٹکائے اور دشمن دین کے ماتھے پر ناکامی کا بدنما داغ لگا دے *

یہ مومن و کافر کا مقابلہ جسے عرف عام میں مناظرہ یا بحث و مباحثہ کہا کرتے ہیں ایک نازک ترین گھڑی ہوتی ہے ایک معمولی سی غفلت سینکڑوں کی گمراہی کا باعث بن جاتی ہے مگر حق و راستی کی کامیابی مخالفین کے قلوب پر بھی گہرا گھاؤ لگا جاتی ہے۔ ایسے کٹھن موقعہ پر جبکہ دونوں فریق حضار مجلس کو صرف اپنے اپنے عقائد کا گرویدہ کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں غلبہ و کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایسے مفید ذرائع بتلائے ہیں جن کو مبلغین سلسلہ اگر ہمیشہ اپنے زیر نظر رکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسے تمام موقعوں پر کامیابی صرف انہی کے حصہ میں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یاایہا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون واطیعوا اللّٰہ ورسولہٗ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا۔ ان اللّٰہ مع الصابرین ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً و رئاء الناس ویصدون عن سبیل اللّٰہ۔ واللّٰہ بما یعملون محیط ۱/۲

کامیابی کا پہلا گر

اثبتوا کا حکم دینے سے شریعت کا یہ منشاء ہے کہ مومن کو دشمن کے سامنے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنا چاہیئے خواہ وہ مقابلہ باللسان ہو خواہ بالسنان ہو یعنی اوّل اپنے دل کو نہایت مضبوط رکھنا چاہیئے اور یہ امید نہیں بلکہ کامل یقین پیدا کرنا چاہیئے کہ یقیناً میرا غلبہ ہو گا اور میرا مد مقابل اپنے مدعا میں کبھی بھی کامیابی حاصل نہ کر سکے گا۔

دوم مضبوطی سے مقابلہ کرنا چاہیئے اور میدان میں ڈٹے رہنا چاہیئے اور کبھی بھی مقابل سے اٹھ کر میدان چھوڑ کر چلے آنا نہیں چاہیئے۔

سوم اپنے دلائل کو نہایت مضبوطی سے پیش کرنا چاہیئے اور ان مضبوط دلائل کو دشمن کے سامنے بار بار پیش کرنا چاہیئے تاکہ پبلک پر فریق مخالف کی کمزوری بحد کمال عیاں ہو جائے۔

چہارم دشمن کی کسی نقصان پہنچانے والی شرط کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیئے بلکہ صرف ایسی شرائط کو قبول کرنا چاہیئے جن میں نقصان کا کوئی بھی احتمال نہ ہو اور پھر ان شرائط پر فاثبتوا کے حکم کے ماتحت پوری ثابت قدمی سے کاربند رہنا چاہیئے۔

پنجم ایسا نہیں کرنا چاہیئے کہ اپنے مفید پہلو کو کسی خاص وجہ سے دشمن کے مقابل پر چھوڑ دیا جائے بلکہ ایسے تمام کاموں میں حق و راستی اور لوگوں پر صداقت کھول دینے والے امورات پر پوری تندہی سے مضبوط رہنا چاہیئے تاکہ لوگوں پر بخوبی واضح ہو سکے کہ مومن نہایت مضبوط قلب والا اور مضبوط دلائل

اور مضبوط شرائط اور مضبوط عقائد رکھنے والا ہوتا ہے اور اس میں جبن اور بزدلی کا ایک ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہوتا۔

دوسرا گُر

اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا ایک اور لطیف گر ان آیات میں ہمیں یہ بتلایا ہے کہ ایسے موقعوں پر بالخصوص اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیں دعائیں مانگنی چاہئیں۔ تا وہ آپ ہماری نصرت و تائید فرمائے اور حق و راستی ہماری زبان و قلم پر جاری فرما کر ایسا اثر اس میں پھونک دے کہ وہ لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہو کر انہیں صراط مستقیم کی طرف کھینچ لائے چنانچہ فرمایا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون یعنی اے مومنو (مبلغو) اپنے مولا کو بہت یاد کرو تاکہ کامیابی کا خوشنما سہرا اپنے سر باندھ لو کیونکہ سچی بات یہی ہے انک لا تہدی من احببت تحریر و تقریر سے کوئی اثر پیدا نہیں ہو سکتا جب تک خدا اس میں اثر پیدا نہ فرمائے پس کامیابی کا دوسرا طریق اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اس کے حضور بہت بہت دعائیں کی جائیں اس کا ذکر کیا جائے اور اپنا توکل صرف اس ذات پاک پر رکھ کر مخالف کا مقابلہ کیا جائے۔

تیسرا گُر

اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا تیسرا طریق ان آیات میں ہمیں یہ سکھایا ہے واطیعوا اللہ ورسولہ یعنی ایسے مقابلہ کے موقعہ پر خصوصیت سے اپنے اعمال کی نگہداشت کرو اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں لگ جاؤ تا اس فرمانبرداری کے نتیجہ میں اگر ایک خدائی فضل تم پر نازل ہو تو دوسری طرف تمہارے اعلیٰ نمونہ کو دیکھکر عوام الناس بھی متاثر ہوں اور اس طرح تمہاری ذات کو اور تمہارے حق پسند مخالفوں کو بھی عظیم الشان فائدہ ہو کیونکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کا اچھا نمونہ بسا اوقات بہت سے متردد آدمیوں کو صداقت پر نثار کر دیتا ہے پس ایسے مقابلہ کے موقعوں پر خصوصیت سے اگر اپنے اعمال کو درست رکھا جائے اور اپنے نیک نمونہ سے عملاً دوسروں کو تبلیغ کی جائے تو یہ بہت زیادہ شاندار نتائج پیدا کر دیتا ہے۔

غرض کامیابی کا تیسرا گُر یہ ہے کہ اپنا نیک نمونہ لوگوں پر ظاہر کیا جائے تاکہ اگر ایک طرف اپنی زبان سے انہیں تبلیغ کی جا رہی ہو تو دوسری طرف اپنا نیک نمونہ بھی انہیں گرویدہ و ثناخواں بنا رہا ہو

چوتھا گُر

کامیابی کے حصول کا ایک اور طریق اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ بیان فرمایا ہے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم یعنی آپس میں تم کبھی بھی تنازعہ مت کرو ورنہ تنازعہ کی صورت میں تمہارا دشمن تمہاری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تم پر حملہ آور ہوگا اور وہ تمہیں مغلوب و مقہور کر دیگا یہ اصول ایسا سچا اور درست اصول ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی

اس سے غفلت اور لاپرواہی کی اور انہوں نے جب بھی بجائے دشمن سے لڑائی کرنے کے اپنے بھائیوں سے لڑائی شروع کر دی تو وہ اسی وقت ذلیل اور خوار ہو گئے اور ان کی فتوحات کا وسیع دائرہ اسی وقت سے بند ہونا شروع ہو گیا۔

وہ مسلم جس نے کسی زمانہ میں جابر و قاہر بادشاہوں کو بھی اپنے رعب سے جھکا یا ہوا تھا آج آپس میں ایک دوسرے سے لڑائی کرنے اور باہم بغض و عداوت رکھنے کی وجہ سے ایسا کمزور اور ذلیل ہو گیا ہے کہ معمولی ہیچ اقوام بھی ان پر ہنسی اڑاتی دکھائی دیتی ہیں پس دشمنوں کے مقابل پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم یک جان ہو کر ان سے لڑیں اور آپس کے بچوں والے تنازعات کو بالکل بھول جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًّا کانھم بنیان مرصوص پس خدا کا محبوب بننے کے لئے اور دشمنوں پر ظاہری غلبہ حاصل کرنے کے لئے آپس میں اتفاق و اتحاد کا ہونا اور دشمنوں پر پوری طاقت کے ساتھ حملہ کر دینا انتہ ضروری امر ہے۔

پانچواں گر

کامیابی کا پانچواں گر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ اگرچہ مشکلات تمہارے سامنے ضرور آئیں گے مگر دیکھنا ان سے گھبرا نہ جانا بلکہ واصبروا صبر کرنا اور خدا سے مایوس مت ہونا۔ بیشک وہ گالیاں نکالیں گے اور بیشک وہ تمہیں ایذا پہنچا کر اپنے دل میں خوشی محسوس کریں گے مگر ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

پس صبر کرو اور پھر صبر کرو اگر آج نہیں تو کل۔ اگر اس سال نہیں تو اگلے سال بہر حال خدا انہیں ہدایت نصیب فرمائیگا اور اگر انہیں نہیں تو کم از کم ان کی ذریت سے ایسے نفوس طیبہ پیدا فرمائیگا جو اس کے دین کو دنیا میں پھیلانے والے ہوں گے۔

یہ طریق ہیں جو کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمائے مگر ان طریقوں کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے بعض امور سے جماعت کو منع بھی فرمایا ہے اور وہ تین امور ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرًا و رئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔ اس آیت میں غرور سے۔ ریا سے اور خدائی راستہ میں روک بن جانے سے منع فرمایا ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر مضر چیزیں ہیں غرور بھی انسان کو ہلاک کر دیتا ہے اور ریا بھی اسے تباہ کر دیتا ہے اور اسی طرح وہ گندے اخلاق جو بالعموم لوگوں کو ہدایت سے محروم رکھتے ہیں قابل صد ملامت ہوتے ہیں۔ پس اگر ترقی چاہتے ہو اگر خدا کے دین کا جلال لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتے ہو

اگر دنیا میں دشمنان دین پر اپنے مباحثات و مناظرات میں کامل غلبہ و فتح حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو آؤ اور ان شریعت اسلامیہ کے بیان کردہ قواعد پر عمل کرو یقیناً تم دیکھو گے کہ خدا کی تائید تمہارے شامل حال ہوگی اور تم انہیں شرک و کفر کے عمیق گڑھوں سے نکال کر آسمان ہدایت کے ستارے بنا دو گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مُصیبت ایک اور خوشیاں آٹھ

فرمودہ جناب علامہ حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ

یعنی ایک مصیبت کے نتیجے میں انسان آٹھ مسرتوں کا وارث بن جاتا ہے ایک ابتلا میں اگر انسان کامیاب ہو جائے تو آٹھ فضلوں کا درگاہ ایزدی سے اس پر فیضان ہوتا ہے جو علی الترتیب درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اولئک علیہم صلوات من ربھم۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات نازل ہوتی ہیں۔

۲۔ ورحمۃ۔ وہ خدا کے مورد رحمت ہوتے ہیں

۳۔ واولئک ھم المھتدون خدا تعالیٰ ان لوگوں کی رہنمائی کریگا:۔

۴۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی مصیبت کے وقت اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منھا کہے تو اس کو نعم البدل دیا جاتا ہے:۔

۵۔ ستاری کے ساتھ گناہوں کی سزا مل جاتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوعن کثیر کہ جو مصیبت بھی تم کو پہنچتی ہے وہ سب تمہارے اپنے کئے کی بدولت آتی ہے

۶۔ ہر مصیبت سے بڑی مصیبت بھی ہو سکتی ہے تو خوشی یہ ہوتی ہے کہ اس سے بڑی تو نہیں آئی۔

۷۔ مصیبت ایک روحانی ہوتی ہے دوسری جسمانی خوشی یہ ہوتی ہے کہ شکر ہے روحانی مصیبت تو نہیں آئی روحانی جیسے قساوت قلبی کا پیدا ہو جانا۔ یا دل میں غفلت کا پیدا ہو جانا:۔

۸۔ دوست دشمن کی پہچان ہو جاتی ہے۔ جزی اللہ الشدائد کل خیر۔ عرفت بھا عدوی من صدیقی خدا مصائب کا بھلا کرے کہ ان کی بدولت میں نے دوست دشمن میں تمیز کرلی:۔ (انور بوتالوی)

اسلام

(فرمودہ علامہ حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ)

اسلام ایک درخت ہے۔ علم عقائد اس کی جڑھ اور تنے کا حکم رکھتا ہے۔ علم فقہ اس کی شاخوں کا حکم رکھتا ہے اور علم تصوف اس کے پتے پھول اور پھلوں کا حکم رکھتا ہے ؂

علم فقہ - امام ابو حنیفہ نعمان کوفی - امام مالک بن انس - امام احمد بن حنبل - امام ادریس شافعی (ائمہ اربعہ) صاحبین -

علم تصوف - حسن بصری - جنید فضیل ابن ایاز - ذوالنون مصری - المعروف کرخی ابراہیم ابن ادہم - شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ عبد القادر جیلانی - بہاء الدین نقشبندی شیخ شاذ لی معین الدین چشتی - فرید الدین شکر گنجی قطب دہلوی - شاہ عبد الغنی مہاجر - مولوی نور الدین - حضرت مسیح موعود -

علم کلام - حسن بصری - امام ابو حنیفہ امام ابن قیم - شیخ ابن تیمیہ - علامہ تفتازانی میر سید شریف میر زاہد - امام غزالی

متاخرین میں سے :-

مولوی رحمت اللہ دہلوی - مولوی محمد قاسم نانوتوی - سید احمد خاں علیگڑہی - مولوی عبد الکریم صاحب - مولوی نور الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(انور بوتالوی)

مسئلہ انتفاع المرتہن بالمرہون

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب مولانا محمد اسمٰعیلؓ صاحب سینئر پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان)

عاریۃ وغیرہ۔ قرض۔ بیع اور ربوٰ میں فرق

قرض میں اور عاریہ۔ عریۃ۔ منیحہ وغیرہ میں یہ فرق ہے کہ قرض میں جو چیز استعمال کے لئے دی جاتی ہے وہ اصل واپس نہیں ہوتی اور عاریۃ وغیرہ میں مالک کو اصل چیز واپس مل جاتی ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ کوئی حقیقی فرق نہیں کیونکہ قرض عام طور پر روپیہ کی شکل میں لیا اور دیا جاتا ہے اور مبادلات میں روپیہ کی تعین ملحوظ ہی نہیں ہوتی اور اجناس کے قرض کی صورت میں چونکہ مبادلہ ہمجنس اشیاء ہوتا ہے اس لئے ان میں بھی چنداں مغائرت نہیں ہوتی گویا عاریت وغیرہ کی طرح قرض میں بھی اصل چیز ہی واپس کی جاتی ہے۔

قرض میں اور بیع میں یہ فرق ہے کہ قرض میں افزونی کو جائز رکھنا قطعاً جائز نہیں اور بیع میں نہ صرف جائز ہے بلکہ اس سے مقصود ہی زیادہ تر مال کو ترقی دینا ہوتا ہے جسے شریعت نے کسب طیب اور بہترین پیشہ قرار دیا ہے۔

بیع اور ربوٰ میں یہ فرق ہے کہ بیع میں نہ قیمت کا کوئی حصہ فروخت شدہ چیز کے مقابل میں فاضل اور خالی و بلا معاوضہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس چیز کا کوئی حصہ قیمت کے مقابلہ میں فاضل اور بلا معاوضہ ہوتا ہے۔ بلکہ پوری قیمت پوری چیز کا اور پوری چیز پوری قیمت کا معاوضہ ہوتا ہے اور ربوٰ اس کے بالکل برعکس ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز اور ربوٰ کو حرام ٹھیرایا ہے اور فرمایا احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ سود کا بیوپار کرنے والے اور اسے بیع کی طرح قرار دینے والے لوگوں کے نزدیک ربوٰ کی افزونی راس المال کے اس خیالی منافع کا معاوضہ ہوتی ہے جو قرض کی میعاد میں سودخوار کے نزدیک اس مال سے متوقع ہوتے ہیں اور شریعت کی رو سے یہ افزونی بلا معاوضہ ہوتی ہے کیونکہ شریعت نے راس المال کے خیالی منافع یا وقت کی مقدار کے لحاظ سے اس کے تخمینی منافع کا کوئی معاوضہ نہیں رکھا بلکہ قرض کو ایثار اور تبرع کے ماتحت رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ربٰو کی حقیقت

ربٰو کے لغوی معنی بڑھاؤتی اور افزونی کے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما اتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون اس سے معلوم ہوا کہ ربٰو کے معنے اضعاف یعنے بڑھانے کے ہیں جس کی مزید توضیح آیت یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربٰوا اضعافا مضاعفۃ سے ہوتی ہے جس میں ربٰو کی حقیقت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مختلف اقسام اور مختلف شکلوں کی بعض افزونیاں ہیں جن کو راس المال پر افزون کیا جاتا ۔ اور بڑھایا جاتا ہے۔ فاضل آلوسی تفسیر روح المعانی میں اس کی یہ تعریف کرتے ہیں فضل مال لایقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمالٍ یعنی ایک مال کا کسی شخص کے ساتھ اس کے کسی مال سے معاوضہ کرتے ہوئے جو مال زائد بلا معاوضہ بطور افزون لیا اور دیا جائے اسے ربٰو کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک جلی جو علی العموم اودھار کی صورت میں پائی جاتی ہے اور دوسری خفی جس میں لوگ عام طور پر شریعت سے ناواقفی کے باعث مبتلا ہوتے ہیں اور شریعت نے اسے اس وجہ سے حرام کیا ہے کہ اس سے اگلا قدم ربٰو جلی کی طرف رکھنا ہے ورنہ ربٰو جلی کے مقابلہ میں خفی گویا ربٰو ہی نہیں ۔ اور اسی بات کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے لا ربٰوا الا فی النسیئۃ انما الربٰو فی النسیئۃ یعنی گو مالی معاملات کی ہر ایک افزونی جو بلا معاوضہ بصورت شرط حاصل ہو وہ ربوا میں داخل ہوتی ہے مگر ایسی افزونیوں کا اصل موقعہ و محل اودھار کے معاملات ہیں اور حقیقی اور کامل ربوا عام طور پر اودھار ہی کی صورت میں پائی جاتی ہے کیونکہ اودھار کی مجبوری کے بغیر کوئی شخص دیدہ و دانستہ ایک ناحق کا تاوان برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا ۔ حافظ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں الربا نوعان جلی وخفی فالجلی حرم لما فیہ من الضرر العظیم والخفی حرم لانہ ذریعۃ الی الجلی فتحریم الاول قصداً وتحریم الثانی وسیلۃ فاما الجلی فربا النسیئۃ وھو الذی کانوا یفعلونہ فی الجاھلیۃ مثل ان یوخر دینہ ویزیدہ فی المال وکلما اخرہ زادہ فی المال حتی تصیر المایۃ عندہٗ الافاً مؤلفۃ وفی الغالب لایفعل ذالک الامعدم محتاج یعنی ربا کی دو قسمیں ہیں جلی اور خفی ۔ جلی اس وجہ سے حرام ہے کہ خود اس میں بہت بڑا نقصان ہے اور خفی اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ جلی تک پہنچانیوالی اور اس کا ذریعہ ہے اور اس طرح سے پہلی قسم بذات خود حرام ہے اور دوسری قسم اس کا وسیلہ اور ذریعہ ہونے کی وجہ سے بالواسطہ حرام ہے پہلی قسم یعنی ربا جلی اودھار والی ربا ہے جو جاہلیت کے زمانہ میں رائج تھی جس کی

ایک صورت یہ تھی کہ مقروض کو مہلت دیکر اس مہلت کے مطابق اس کی ذمگی رقم کی مقدار بڑھادی اور جس قدر زیادہ لمبے تاخیر اور مہلت دی اسی قدر اس کے ذمہ قرض کی رقم زیادہ ہوتی گئی جس کے نتیجہ میں سو روپیہ کی رقم بڑھتی بڑھتی کئی ہزار روپیہ کی ہو جاتی تھی اس قسم کا سودی قرض عام طور پر سوائے کسی مفلس اور سخت محتاج کے اور کوئی نہیں لیتا"۔

واما ربا الفضل فتحریمه من باب سد الذرایع کما صرح به فی حدیث ابی سعید الخدری رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم لاتبیعوا الدرهم بالدرهمین فانی اخاف علیکم الربوا (ایضاً صا۲) اور دوسری قسم ربا جس میں ادھار نہیں ہوتا بلکہ صرف افزونی ہوتی ہے وہ اصل سود کے ذرائع کو بند کرنے کی غرض سے حرام کی گئی ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم دو درہم کو مت فروخت کرو کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم سود خواری میں نہ مبتلا ہو جاؤ"۔

رہن کی غرض اور مقصد

اسی طرح رہن کی غرض بھی شریعت نے یہ نہیں رکھی کہ قرضخواہ نے قرض دیکر قرضدار کو قرض کی رقم سے نفع حاصل کرنے کا جو موقعہ دیا ہے اس کے عوض میں اسے مرہون چیز سے نفع حاصل کرنے کا موقعہ مل جائے بلکہ اس کی غرض محض راس المال کی حفاظت ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت تداین سے کمال صفائی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے جس میں حکم دیا گیا ہے کہ قرض کا معاملہ کرتے وقت علاوہ شہادت کے تحریر کا ہونا ضروری ہے اور اگر تحریر میں کوئی روک ہو تو اس کی بجائے رہن بالقبض ضروری ہوگا۔ ہاں اگر قرضخواہ کو قرضدار کی طرف سے پورا اطمینان ہو تو اس صورت میں رہن بالقبض ضروری نہیں۔ صاحب غورہ الباری لکھتے ہیں ان الرهن شرع توثقة علی الدین بقوله تعالےٰ فان امن بعضکم بعضاً فانه یشیر الی ان المراد بالرهن الاستیثاق یعنی آیت فرهان مقبوضة۔ فان امن بعضکم بعضاً سے ظاہر ہوتا ہے کہ رہن سے مقصود قرض کی رقم کو محفوظ کرنا اور ضائع ہونے کے خطرہ سے بچانا ہے۔

امام غزالی وجیز میں لکھتے ہیں الرهن عن وثیقة دین فی عین قرضخواہوں کا قرضدار سے کسی مالیت والی چیز کا قبضہ لے کر اپنی رقم کو محفوظ کرنے کو رہن کہتے ہیں۔ جوہرہ نیرہ میں ہے ان الرهن عقد تبرع لان الراهن لما اثبت للمرتهن من الید علی الرهن لم یستوجب

باِزاءِ انہ شیئاً علی المرتھن یعنی رہن تبرع کی قسم کا معاملہ ہے کیونکہ راہن اپنی چیز پر مرتہن کو قبضہ دیکر اس قبضہ کا کوئی معاوضہ اس سے نہیں لیتا۔

قبض الرہون

رہن کے لئے قبضہ ضروری ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فرھان مقبوضۃ یعنی مرہونات پر مرتہن کا قبضہ ہونا ضروری ہے اگر قبضہ نہیں تو رہن بے حقیقت ہے اس آیت میں یقبض کی بجائے مقبوضۃ کا لفظ رکھکر بتایا گیا ہے کہ رہن کی ابتدا سے لے کر اس کے اختتام تک مرہونہ چیز پر مرتہن کا قبضہ رہنا ضروری ہے اور اگر اس اثنا میں مرتہن کے قبضہ کا سلسلہ ٹوٹ جائے تو ساتھ ہی رہن کا سلسلہ بھی ٹوٹ جائیگا۔

فاضل الوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں الجمھور علی وجوب القبض فی تمام الرھن وذھب مالک الی انہ اخذ یتم بالایجاب والقبول ویلزم الراھن بالعقد تسلیمہ ویشترط عندہٗ بقاؤہ فی ید المرتھن حتی لو عاد الی ید الراھن بان اودعہ المرتھن ایاہ او اعاذ لہ اعادۃ مطلقۃ فقد خرج من الرھن یعنی اکثر ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ جب تک مرتہن کو مرہون چیز پر قبضہ حاصل نہ ہو اس وقت تک وہ چیز مرہون متصور نہیں ہوگی اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ وہ مرہون تو اسی وقت سے کہلا گئی ہے جبکہ اس کے متعلقہ فریقین کے درمیان قطعی طور پر فیصلہ ہو جائے لیکن راہن کے لئے ضروری ہے کہ اس فیصلہ کے بعد فوراً وہ چیز مرتہن کے سپرد کر دے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک رہن قائم رہے اس وقت تک وہ مرہون چیز مرتہن کے قبضہ میں ہی رہے اور راہن کے قبضہ میں نہ آئے پس اگر مرتہن اپنی طرف سے ودیعت کے طور پر راہن کے سپرد کرے یا کسی اور رنگ میں اسے دیدے تو رہن فسخ ہو جائیگا۔

امام غزالیؒ وجیز میں لکھتے ہیں القبض رکن فی الرھن لا یلزم الابہ قبضہ رہن کا ایک رکن ہے جس کے بغیر رہن کا معاملہ مکمل اور طے شدہ متصور نہیں ہو سکتا ونص الشافعی انہ لا یکون قبضا مالم یصل الی بینہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ محض زبانی یا تحریری قبضہ کوئی چیز نہیں بلکہ عملی طور پر مرتہن کا قبضہ ضروری ہے قدوری میں ہے اذا قبض المرتھن الرھن محوزاً مفرغاً ممیزاً تم العقد فیہ جب مرہون چیز مکمل طور پر اور عملاً مرتہن کے قبضہ میں آ جائے تو اس وقت اس کا معاملہ مکمل ہوگا۔ جوہرہ نیرہ میں ہے ومالم یقبضہ فالراھن بالخیار انشاء سلم وان شاء رجع جب تک مرہون چیز پر مرتہن کا قبضہ نہ ہوا ہو اس وقت تک راہن کو رہن کے فسخ کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے۔

(آئندہ پھر)

انجامِ محبت

از مولوی محمد سلیم صاحب متعلم فسٹ ایر جامعہ احمدیہ قادیان دارالامان

(۱)

امور عالم کا انقلاب بہت کم مہلت دیتا ہے کہ چند لمحات مطمئن ہو کر آزادانہ طور پر تقدس مآب ہستیوں کی فیاضانہ صحبتوں میں گذاروں اور اگر کسی وقت فرصت میسر آ بھی جائے تو کوتاہ ہمتی زمرۂ احباب ہیں شمولیت سے انکار کر دیتی ہے مگر مجھے اس کی مطلق پروا نہیں ہیں جب چاہتا ہوں قیود عالم سے اپنے آپ کو آزاد تصور کر لیتا ہوں اور ہمہ سامان طرب اپنے زیر نگیں پاتا ہوں سے

درون حلقۂ خود ہر گدا شہنشاہ است　　قدم بروں منہ از حد خویش سلطاں باش

ایام حاضرہ سے کچھ عرصہ پیشتر حوادث زمانہ کے متلاطم سمندر کی خطرناک موجوں سے متحیر و خوفزدہ ہو کر میں نے فضائے عالم پر پرواز کرنے کا عزم بالجزم کر لیا اڑتے اڑتے بیر گنبد ایک لق ودق ریگستان پر سے ہوا اس کی دہشتناک ویرانی دیکھکر مجھے بے حد خوف پیدا ہوا مگر اس ناپیداکنار ریتلے میدان کا انکشاف حقیقت میرے پیش نظر تھا اس لئے میرے پرواز میں کسی قسم کی کمزوری واقع نہ ہوئی بلکہ میں پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرنے لگا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اس بے آب وگیاہ میدان میں ایک سبزہ زار نظر آیا۔ میں سستانے کے لئے وہاں اتر پڑا۔

(۲)

جس وقت میں اس قطعہ کی زمین پر جلوہ افروز ہوا۔ نیر اعظم غروب ہو چکا تھا شکست خوردہ آفتاب عالمتاب سرنگوں ہو چکا تھا۔ تاجدار مشرق کی ضیا پاش کرنیں جلوہ ریز شعاعیں شب تار کے سیلاب سیاہ کی تاب مقاومت نہ لا کر مسلوب القوت اور بیکار ہو چکی تھیں لیلائے شب اپنے سیاہ گیسو مشکیں رنگ دراز زلفیں اقطار عالم میں پھیلا چکی تھی اور کوئی چاند یا جگمگاتا ستارہ نیر گئے عالم میں ضوفگن نہ تھا۔

(۳)

دیر تک اس تاریکی میں مجھے کچھ سجھائی نہ دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ میری آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں تب نظر آیا کہ رقص وسرود کی مجلس کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور سامان عیش و نشاط کی فراہمی میں سعی بلیغ سے کام لیا جا رہا ہے میرا خیال تھا کہ یہ مجلس جامع ابنائے آدم ہو گی اور منجملہ ان مجالس و محافل

کے ایک محفل ہو گی جو فرائض انسانیت کے چلا کا ذریعہ ہوتی ہیں جہاں سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں
جو مہبط انوار الٰہی ہوتی ہیں مگر میرا خیال صحیح نہ تھا واقعات نے اس کی تردید کر دی ؎

مٹا علم و حکمت کا نام و نشاں تھا وجود جہاں پر عدم کا گماں تھا

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے انسان صورت مگر حیوان سیرت لوگوں کو پے بہ پے شریک محفل ہوتے دیکھا۔ یہ لوگ آدمیت کے نام سے ناآشنا۔ تقویٰ و طہارت کے معانی سے نابلد اور آفرینش عالم کی اغراض سے قطعی ناواقف معلوم ہوتے تھے۔ میں ان کی بدکرداریوں کو دیکھ دیکھ کر مبہوت ہو رہا تھا۔ اور یہ سمجھنے کی کوشش کرتا تھا کہ آخر یہ لوگ کس انداز کی مخلوق ہیں جو بلحاظ ساخت جسمانی ہم شکل انسان ہیں مگر ان کے افعال انسانی اعمال سے متضاد اور خود یہ لوگ عقل و فطرت سے دست و گریباں ہیں

(۴)

سب کارستانیوں سے قبل بیہوشی کا دور چلا اور الا یا ایہا الساقی ادر کأسا و ناولہا کا وہ شور عظیم برپا ہوا۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی دریں اثنا کئی فاحشہ عورتیں بے نقاب و بے پردہ منصۂ رقص پر جلوہ آرا ہوئیں ناچ رنگ کی محفل گرم ہوئی۔ ان بادہ گو مستورات کی بیہودہ سرائیاں۔ جذبات شہوانی کی کارفرمائیاں ہ زانی مردوں اور عورتوں کی باہم بادہ پیمائیاں میرے آئینۂ قلب کو ریزہ ریزہ کرنے لگیں ننگ انسانیت افعال کی گرم بازاری ہوئی یہ لوگ اس بے باکی اور دلیری سے ان امور منکرہ اور اپنی شناعت میں بے نظیر فسق و فجور کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ گویا انہیں کبھی قادر مطلق اور غیور خدا کا خیال تک نہیں آیا۔ وہ مئے کہنہ کے عاشق اور نازک اندام خوش رو عورتوں کی عصمت ریزی کے دلدادہ تھے ان کے اندر نفسانی خواہشات اور حیوانی جذبات کی ایک آگ شعلہ زن تھی جو ان کے اخلاق و تہذیب کو پھونک چکنے کے بعد ان وحشیوں کے اجسام کو بھی بھسم کرنے کے لئے نہایت سرعت سے شرربار تھی۔ یہ لوگ اپنی گندی اور پست فطرتوں کو نہایت ہی شنیع اور پلید ترین طریقوں سے ظاہر کر رہے تھے گالی گلوچ اور دنائت کے ارتکاب میں اپنی نظیر آپ تھے۔

مخمور و مسحور ہو چکنے کے بعد انہوں نے یکدم پلٹا کھایا شراب نوشی و زنا کی بجائے باہمی تفاخر امتیاز نسل اور مسابقت و مباہات کا تذکرہ شروع ہوا۔ میں نے سنا ایک مخبوط الحواس شرابی نشے کی ترنگ میں یوں نغمہ سرا تھا ؎

نحن الکرام فلا حی یعادلنا منا الملوک و فینا تنصب البیع

ترجمہ۔ ہم صاحب شرافت ہیں کوئی قبیلہ ہماری مساوات کا دعوے نہیں کر سکتا ہم حاکم و بادشاہ ہیں اور

ہم ہی کلیساؤں کے بانی مبانی ہیں

میں نے ان کے نظریئے کو بالاستقراء معلوم کرنے کی کوشش کی ان کی ہر فخریہ بات کا تتبع کیا اور قوت تخیل سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ اہل مجلس بوجہ نخوت و تکبر، خودپسندی و خودسرائی کسی قسم کی باقاعدہ حکومت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ان کا فخر میدان کارزار میں مرنا مارنا ہے کسی مرض کا شکار ہونا ان کے نزدیک منجملہ معیوب ترین نقائص کے ہے۔ غارتگری۔ راہزنی اور ابنائے سبیل کو لوٹنا ان کا طرۂ امتیاز ہے قبیلہ و رشتہ دار کا ساتھ دینا اور مظلوم کی حمایت سے اغماض اقوام عالم سے ان کا مابہ الامتیاز ہے شراب نوشی وقمار بازی ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ زن و غلام پر بیجا حکومت اور ظالمانہ تصرف ان کا مایہ ناز مشغلہ ہے

(۵)

میں ان فساق و فجار کے ارتکاب جرائم سے متنفر تو ضرور ہو چکا تھا مگر میں نے چاہا کہ ان کے بقیہ رسم و رواج کو بھی معلوم کروں چنانچہ میں نے اپنی بقیہ طبیعت کو ان حضار مجلس کی جملہ عادتوں کا مطالعہ کرنے پر مجبور کر دیا مجھے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے عقد ازدواج میں دس دس بارہ بارہ عورتیں مقید ہیں خاوند ان کے نان و نفقہ سے قطعاً غافل اور لاپرواہ ہے وہ عورتوں کو محض خدمتگذار اور دل بہلاوے کا کھلونا تصور کرتا ہے ؂

تهوی حیاتی واهوی موتها شفقا والموت اکرم نزال علی الحرم

(میری بیوی میری زندگی کی خواہش کرتی ہے اور میں از راہ شفقت اس کی موت کا متمنی ہوں کیونکہ فرقہ نسوان کے لئے موت ایک بہترین مہمان نواز ہے) اس کے ورد زبان ہے اس محفل کا کوئی فرد بشر اپنے ہاں ولادت انثی کی زیرباری کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔

آہ! میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ میری بینائی کام کرنے سے رک گئی۔ میری بصارت نے جواب دیدیا آسمان شرر بار اور زمین خونخوار نظر آنے لگی یہ کیوں؟ اس لئے کہ ارکان محفل میں سے ایک کے ہاں لڑکی تولد ہوئی تھی۔ اس کے ظالم باپ نے، سفاک پدر نے۔ بے مہر سنگدل نے اس جیتی جاگتی تصویر کو تہ خاک چھپا دیا۔ اس نے مصور حقیقی و نقاش اعظم کی ساختہ زہرہ جبین، لب لعلین رکھنے والی سرمگین آنکھوں کی مالک ایک خوشنما مورت کی انتہائی بے حرمتی کی۔ بکمال بیقدری کی۔ اس ظالم نے رحمت ایزدی کی جاذبہ کو ابد الآباد تک کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

(۶)

میں کلیجہ مسوس کر رہ گیا۔ ظالمانہ جرائم کو دیکھ کر انگشت بدندان ششدر و حیران کھڑا محو تفکر تھا کہ میرے تخیل نے پرواز کی اور بارگاہ ایزدی میں یوں گویا ہوا "اے عیب پوش و ذرہ نواز کردگار مجھے تیرا پیارا قول یاد ہے

وسعت رحمتی کل شیئ مگر ساکنان کرۂ ارضی لیل و نہار تیری نافرمانیوں میں مشغول تیری خلق نموذ فطرتوں کے خلاف برسرپیکار ہیں، ان کی نجات کا کیا ذریعہ ہوگا کیا ان کا نجات پانا از قبیل ممکنات ہے؟

(۷)

دفعتہً فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ شب تاریک کے تخت آبنوس کی تیز پیچا میں یکدم کمی واقعہ ہونی شروع ہوئی ضلالت و گمراہی کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑتی ہوئی نظر آنے لگیں میں نے سنا آسمانی مخلوق باآواز بلند پکار رہی ہے "مبارک ہو اے اہل زمین وسیلۂ نجات تم میں رونق افروز ہو رہا ہے" صدائے المبارک سن کر میں چونک پڑا۔ ایک سعید روح کو سریر آرائے مملکت عالم پایا اس کے مقدس وجود کی ضیاء پاش، جلوہ ریز شعاعیں ظلمت و تاریکی کو کافور کر رہی تھیں اس کے وجود باجود کی نکہت عطر بیز تھی اس کے منور رخ پر تماشائیوں کے تار نظر سے ایک آبدار سہرا منقش ہو رہا تھا نازکھتا تھا رخ زیبا کے دیدار سے لطف اندوز ہو لے۔ ہمکلام ہو کر درافشاں منہ سے جھڑنیوالے آبدار موتیوں سے مالامال ہو جا اور گفتگو کو قطع نہ کر۔ ادب مقتضی تھا کہ رعب حسن اور جلال شاہی کے سامنے نگاہیں نیچی رکھ اور خاموش رہ

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے　　　قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

کچھ دیر بعد وہ تقوی و طہارت کا مجسمہ یوں گویا ہوا "اے اہل مجلس خوش ہو کہ میں تمہیں طرز شاوری سکھانے کے لئے مامور کیا گیا ہوں اور راز نجات اب میری اطاعت میں مضمر ہے"۔

قوم کی حالت یکسر تبدیل ہوگئی۔ اس محبت و الفت کے مجسمے نے تفاخر قومی کو بالفاظ ذیل توڑ کر رکھدیا لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم و آدم من التراب اس نے حقیقی مساوات کا درس دیا مینوشی و قمار بازی سے بطرز ذیل منع فرمایا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہا و اجتنبوا قول الزور۔ فسق و فجور کو ترک کرنے کا حکم دیا ولا تقربوا الزنی فانہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ وہ لوگ جن کی گردنیں کبھی کسی کے آگے خم نہ ہوئی تھیں اس خوش اخلاق بزرگ کے احکام کو سن کر سمعاً و طاعۃ کہکر خاموش ہو جاتے اس نے فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تمہاری نجات میری اتباع سے وابستہ ہے اور میرے نقش قدم پر گامزن ہونے کے لئے مجھ سے محبت کی ضرورت ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ و مالہ و ولدہ و والدیہ والناس اجمعین۔

میں نے حقیقت معاملہ پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں خطۂ عرب میں فروکش ہوں اور

صدر نشین سے

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

پیکر الفت محبوب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں تمام اہل مجلس بعد از ترک بادہ پیمائی اس شاہ عالم کی محبت میں یہاں تک مگن ہوئے کہ ان کی بے لوث اور غیر مکدر محبت کا اغیار کو بھی بالفاظ ذیل اعتراف کرنا پڑا۔

"حضرت محمد دنیا کی وہ بڑی شخصیت ہے جس پر دنیا کی طاقت رعب اور ہمت جس قدر فخر کرے تھوڑا ہے موسیٰؑ کو اپنی زندگی میں بہت کامیابی حاصل نہ ہوئی مسیحؑ اپنی زندگی میں مارا مارا پھرتا رہا لیکن محمدؐ کو اپنی زندگی میں ہی وہ کامیابی حاصل ہوئی جس کی مثال اس وقت دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ موسیٰؑ کے شاگردوں نے کئی دفعہ موسیٰؑ سے منہ پھیر لیا اور اس کے حکم سے روگردانی کی مسیح کے خاص شاگرد نے اسے گرفتار کرادیا اور دوسرے نے اس کے ساتھ گرفتار کئے جانے کے خوف سے اس پر لعنت بھیجدی مگر محمدؐ کے پیروؤں نے اپنے استاد کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا بلکہ جو بات ایک دفعہ حضرتؐ کے مُنہ سے نکل گئی اس کے لئے خواہ کچھ بھی کرنا پڑا ان کے مریدوں نے کیا اور کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ ان کی تلوار نے ہزاروں گردنیں تن سے جدا کردیں مگر محمدؐ کے الفاظ کی بےحرمتی نہ ہونے دی"۔

پکارنے والے نے پکار دی اے متبعین محمدؐ انہیں تمہاری بے لوث اور پاکیزہ محبت ہاں صرف محبت کے صلے میں رضاء الٰہی کا تمغہ مبارک ہو معاً ایک زریں صحیفہ میرے ہاتھ میں تھا جس میں مرقوم تھا اولٰئك رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔

"جامعہ احمدیہ" کے رسالے کا دوسرا نمبر آپ کے پیش نظر ہے اور اس سے قبل پہلا نمبر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسالہ کس طرح سے مفید اور علمی مضامین شائع کر رہا ہے اس کے علاوہ رسالہ کی چھپائی لکھائی اور کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہے اب آپکا یہ فرض ہے کہ اس کی اشاعت کے بڑھانے میں کوشش فرماویں اگر آپ نے اس وقت تک اس کی اشاعت میں کوشش نہیں کی تو اب شروع کریں۔

مینیجر رسالہ "جامعہ احمدیہ"

ابطالِ الوہیتِ مسیح از روئے انجیل

مترجمہ از البرہان الصریح للشمس

(از چراغ الدین مولوی فاضل)

دلیل اول (صغریٰ) خدا وہی ہے جو باپ ہے (کبریٰ) لیکن مسیح باپ نہیں (نتیجہ) تو مسیح خدا بھی نہیں۔

"اثبات صغریٰ" (۱) "ہم جانتے ہیں کہ بت دنیا میں کوئی چیز نہیں اور سوائے ایک کے اور کوئی خدا نہیں" کرنتھیون اول ۸/۵ (۲) لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ جس کی طرف سے ساری چیزیں ہیں اور ہم اسی کے لئے ہیں کرنتھون ۸/۶ (۳) اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جس کو تو نے بھیجا ہے جانیں یوحنا ۱۷/۳

"اثبات کبریٰ" عیسائی صاحبان کے مسلمات میں سے ہے لہذا اس کی دلیل لانے کی ضرورت نہیں

دلیل ثانی (صغریٰ) خدا آزمایا نہیں جاتا (کبریٰ) مگر مسیح آزمایا گیا (نتیجہ) تو مسیح خدا نہیں۔

"اثبات صغریٰ" (۱) کیونکہ نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے یعقوب ۱/۱۳

"اثبات کبریٰ" (۱) اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے متی ۴/۱ (۲) تو آؤ ہم اپنے اقرار پر قائم رہیں کیونکہ ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے بلکہ ساری باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تاہم بے گناہ رہا۔ عبرانیون ۴/۱۵

دلیل ثالث (صغریٰ) خدا دیکھا نہیں گیا (کبریٰ) مگر مسیح دیکھا گیا (نتیجہ) تو مسیح خدا نہیں۔

"اثبات صغریٰ" (۱) خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا یوحنا ۱/۱۸ (۲) اب ازلی یعنی غیر فانی نادیدہ واحد خدا کی عزت اور تمجید ابدالآباد ہوتی رہے تمیتھس ۱/۱۷ (۳) نہ اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے تمیتھس ۶/۱۶ (۴) خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ یوحنا رسول کا پہلا خط ۴/۱۲

اثبات کبریٰ (۱) کیا میں نے یسوع کو نہیں دیکھا کرنتھون اول ۹/۱ (۲) پس شاگرد خداوند کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ یوحنا ۲۰/۲۰

دلیل رابع

(صغریٰ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے (کبریٰ) مگر مسیح قادر نہیں (نتیجہ) پس مسیح خدا نہیں ؂

اثبات صغریٰ (۱) پھر خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ میں خداوند ہوں اور میں نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب پر خدائے قادر مطلق کے نام سے اپنے تئیں ظاہر کیا خروج ۶/۳ (۲) یہ خداوند قادر مطلق کا قول ہے کرنتھوں دوم ۶/۱۸

اثبات کبریٰ (۱) اور تھوڑا آگے بڑھا اور زمین پر گر کر دعا مانگنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ پر سے ٹل جائے اور کہا اے ابا۔ اے باپ تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے اس پیالے کو میرے پاس سے ہٹا لے مرقس ۱۴/۳۵ (۲) تب زبدی کے بیٹوں یعقوب اور یوحنا نے اس کے پاس آ کر اس سے کہا اے استاد ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم تجھ سے درخواست کریں تو ہمارے لئے کرے اس نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے کروں انہوں نے کہا ہمارے لئے یہ کر کہ تیرے جلال میں ہم میں سے ایک تیری دہنی اور ایک تیری بائیں طرف بیٹھے یسوع نے ان سے کہا تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو جو پیالہ میں پینے کو ہوں کیا تم پی سکتے ہو اور جو بپتسمہ میں لینے کو ہوں تم لے لو گے؟ انہوں نے اس سے کہا ہم سے ہو سکتا ہے یسوع نے ان سے کہا جو پیالہ میں پینے کو ہوں تم پیو گے اور جو بپتسمہ میں لینے کو ہوں تم لے لو گے مگر اپنی دائیں یا بائیں طرف کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے تیار کیا گیا ہے انہیں کے لئے ہے مرقس ۱۰/۳۵ تا ۴۰ "جن کے لئے تیار کیا گیا" کے بجائے متی ۲۰/۲۳ میں "جن کے لئے میرے باپ نے تیار کیا ہے" (۳) اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ۔ اس طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں اس نے خدا پر بھروسہ رکھا ہے اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑا لے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے لعن طعن کرتے تھے متی ۲۷/۳۹ تا ۴۴

دلیل خامس

(صغریٰ) خدا قدوس و صالح ہے (کبریٰ) مگر مسیح کا اقرار بتاتا ہے کہ وہ صالح و قدوس نہیں (نتیجہ) پس مسیح خدا نہیں۔

اثبات صغریٰ (۱) میرے قدوس نام کو ناپاک نہ کرو احبار ۲۲/۳۲ (۲) خداوند بھلا اور سیدھا ہے اس لئے وہ گنہگاروں کو راہ حق دکھلاتا ہے زبور ۲۵/۸

اثبات کبریٰ پھر کسی سردار نے ان سے یہ سوال کیا کہ اے نیک استاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوں یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ لوقا ۱۸/۱۸-۱۹

دلیل سادس

(صغریٰ) خدا زمین و آسمان کا مالک ہے (کبریٰ) لیکن مسیحؑ بالشت بھر زمین کا بھی مالک نہیں (نتیجہ) پس مسیحؑ خدا نہیں۔

اثبات صغریٰ (۱) اے خداوند بزرگی اور قدرت اور جلال اور ابدیت اور حشمت بلکہ سب کچھ جو آسمان اور زمین میں ہے تیرا ہی ہے اے خداوند بادشاہت تیری ہے اور تو سبھوں کے اوپر سرفراز ہے تواریخ ۲۹/۱۱

(۲) خدا سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ زبور ۴۷/۷

اثبات کبریٰ جب وہ راہ میں چلے جاتے تھے تو کسی نے ان سے کہا جہاں کہیں تو جاتے ہیں تیرے پیچھے چلونگا۔ یسوع نے ان سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں۔ اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی جگہ نہیں لوقا ۹/۵۷-۵۸

دلیل سابع

(صغریٰ) خدا جن امور کے متعلق خبر دیتا ہے وہ وقوع پذیر ہو جاتے ہیں (کبریٰ) مگر مسیح کی خبریں ایسی نہیں (نتیجہ) پس وہ خدا نہیں۔

اثبات صغریٰ ۔ میں خداوند سچ کہتا ہوں اور راستی کی باتیں فرماتا ہوں یسعیا ۴۵/۱۹ (۲) تو جان رکھ کہ جب نبی آدم خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے مت ڈر استثنا ۱۸/۲۲

اثبات کبریٰ (۱) اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اس نے جواب دیکر ان سے کہا کہ اس زمانے کے برے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونسؑ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا۔ کیونکہ جیسے یونسؑ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا متی ۱۲/۳۹ لیکن مسیحؑ جمعہ کے روز صلیب دیا گیا جیسے انجیل یوحنا ۱۹/۱۴ سے ظاہر و باہر ہے "پس چونکہ تیاری کا دن تھا۔ یہودیوں نے پیلاطس سے درخواست کی کہ ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں اور لاشیں اتار لی جائیں تاکہ سبت کے دن صلیب پر نہ رہیں کیونکہ وہ سبت ایک خاص دن تھا" ۔ اور ساتھ ہی یوحنا ۲۰/۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سورج کے نکلنے سے پہلے ہی قبر سے نکل آئے تھے ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو" ہفتے کے پہلے دن (اتوار) مریم مگدلینی ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرا ہی تھا قبر پر آئی اور قبر سے پتھر ہٹا ہوا دیکھا" اس سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ عیسائیوں کا خدا قبر میں صرف ایک دن اور دو راتیں رہا زیادہ نہیں تو وہ یونسؑ والی پیشگوئی ان کی غلط نکلی (اللہ اللہ کہاں خدائی کا دعوے اور کہاں ان کی غلط خبریں دینا یہ شان خدائی سے بعید ہے ملا مترجم)

(۲) یسوع نے ان سے (بارہ شاگرد) کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائیش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے متی ۱۹/۲۸ - حالانکہ خود ہی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک شیطان ہے جس نے ان کو پکڑوایا تھا چنانچہ ملاحظہ ہو یوحنا ۶/۷۰ یسوع نے انہیں جواب دیا کیا میں نے تم بارہ کو نہیں چن لیا اور تم سے ایک شخص شیطان ہے - اس نے یہ شمعون اسکریوتی کے بیٹے یہوداہ کی نسبت کہا - کیونکہ یہی جو ان بارہ میں سے تھا اسے پکڑوانے کو تھا" - پھر ملاحظہ ہو متی ۲۶/۲۴ "ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اس آدمی پر افسوس ہے جس کے وسیلے سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے - اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا ہوتا" - ان دو حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ اسکریوتی کی کرسی خالی ہو گئی کیونکہ اس کو شیطان کہکر محروم کر دیا اور ساتھ ہی اپنی بات پر مہر تکذیب اپنے ہاتھوں ثبت کر گئے - (۳) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آجائیگا متی ۱۰/۲۳ (ابھی تک تو تشریف نہیں لائے آئندہ کے متعلق واللہ اعلم از مترجم) شان خدائی ہے کہ جس کو یہ لوگ خدائی کا درجہ دیتے ہیں ان کی کتب سے وہ ایک معمولی انسان ثابت ہوتا ہے خدا ان کو راہ راست پر لائے اور دین قویم کے ماننے کی توفیق عطا فرمائے - آمین

احباب کرام سے ایک درخواست

رسالہ" جامعہ احمدیہ" کی ترقی کے لئے جامعہ احمدیہ کی مینجنگ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ رسالہ میں سولہ صفحات اور زائد کر دیئے جائیں - یعنی رسالہ کا پہلا نمبر جو ۵۲ صفحات کا تھا اب آئندہ ۶۸ صفحات کا ہوگا - اس کے علاوہ کمیٹی کے یہ بھی زیر غور ہے کہ رسالہ کو ماہوار کرنے کی کوشش کی جائے - اگر احباب اس کی اشاعت میں حصہ لیں تو کوئی بڑی بات نہیں صرف ۸/ سالانہ اس کی قیمت ہے جو اس کے مضامین کاغذ اور لکھائی چھپائی کے نزدیک کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اور جو احباب رسالہ کی خریداری بڑھانے کی کوشش کریں گے ان کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کئے جائیں گے چنانچہ اس دفعہ بھی اسی قسم کے احباب کے اسمائے گرام شائع کئے جا رہے ہیں -

مینیجر رسالہ" جامعہ احمدیہ" -

عشق الٰہی میں بیقراری قلب

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

مجھ سے ملنے میں انہیں عذر نہیں ہے کوئی　　دل پہ قابو نہیں اپنا یہی دشواری ہے

پیاس میری نہ بجھی گر تو مجھے کیا اس سے　　چشمۂ فیض و عنایات اگر جاری ہے

چاک کر دیجئے ہیں بیچ میں جتنے یہ حجاب　　میری منظور اگر آپ کو دلداری ہے

مر کے بھی دیکھ لوں شاید کہ میسر ہو وصال　　لوگ کہتے ہیں یہ تدبیر بڑی کاری ہے

میری یہ آنکھیں کجا رویت دلدار کجا　　حالتِ خواب میں ہوں میں کہ یہ بیداری ہے

دل کے زنگوں نے ہی محجوب کیا ہے اس سے　　شاہد اس بات پہ اک پردۂ زنگاری ہے

دشمن دین ترے حملے تو سب میں نے سہے　　اب ذرا ہوش سے رہیو کہ مری باری ہے

نخل اسلام پہ رکھا ہے مخالف نے تبر　　واغیاثاہ کہ ساعت یہ بڑی بھاری ہے

عشق کہتا ہے کہ محمود لپٹ جا اٹھ کر
رعب کہتا ہے پرے ہٹ بڑی لاچاری ہے

گنجائش نہیں

(مرزا مقصود احمد صاحب سوزؔ)

یہ امر واقعہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں کہ ہماری موجودہ حالت روز بروز تنزل کی طرف جا رہی ہے اس کے وجوہات پر غور کرنے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں جراید بینی کی طرف عنان توجہ منعطف کرانے کی ضرورت نہیں صرف اور صرف اپنی حالت موجودہ کی طرف ایک سیکنڈ ایک لمحہ ماحول کے تاثرات کو زائل کر کے غور کیا جائے تو ضمیر اپنا گلا پھاڑ پھاڑ کر جواب دیگی کہ کامیابی وکامرانی کے وہ تمام ذرائع جو وقتاً فوقتاً انبیا علیہم السلام پر بارگاہِ ایزدی سے عباد اللہ کی گری ہوئی حالت کو اوج فلاح پر لانے کے لئے نازل ہوتے رہے ہیں ہم نے یکسر ان کو بھلا دیا ہے گویا کہ کبھی ہم اس کے مخاطب ہی نہ تھے۔

ہر شخص۔ ہر گھرانہ ہر قوم ہر ملک اپنے اپنے حالات جتنی آسانی اور جتنی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے دوسرے اس کے سمجھنے سے ہمیشہ عاری ہوتے ہیں۔ ایک شخص جس کے پاؤں پر ٹھوکر لگی ہوئی ہو اس کو اپنے نہ چلنے کی وجہ تمام کی تمام بخوبی روشن ہوتی ہے لیکن دوسرا انسان اس کا پورا پورا اندازہ لگا ہی نہیں سکتا۔

اپنے حالات سے سبق حاصل کرنا اور دوسروں کے حالات کو کسی حد تک سمجھنا ہی "تجربہ" کہلاتا ہے پس کیا مسلمانوں[1] کو اپنا اور اپنی قوم کا تجربہ نہیں۔ اگر نہیں تو وہ سمجھ لیں کہ یہ قوم چند ہی دن کی اس دنیا میں مہمان ہے اور کچھ عرصہ کے بعد ان کا نشان تک صفحہ روزگار پر ملنا مشکل ہوگا تو پھر ہمارے تعجب کی کوئی حد نہ رہے گی چونکہ ایک قوم جو اپنے حالات خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہو پھر جان بوجھ کر گویا کہ ارادتاً اپنے آپ کو ذلیل وخوار کرنا چاہتی ہے کیا ابھی ذلت نہیں ہوئی اور خوار ہونے کا ابھی تک طبیعت میں جوش ہے خدا جانے یہ دل ودماغ جو کہ کبھی ہندوستان کی عنان حکومت کے دعویدار تھے آج اس حد تک پہنچ چکے ہیں اور لگاتار اپنا قدم پیچھے ہی پیچھے ہٹائے جاتے ہیں کسی نے کہا ہے ؎

وہ شہنشاہ معظم دھاک تھی جن کی بندھی　　آج ان کی قبر پر ملتا نہیں ٹوٹا دیا

لیکن افسوس۔ کامیابی کا تو یہ حال اور اگر دوسری طرف نظر ڈالیں تو تمام کمینے کام تمام رذیل پیشے

---

[1] مسلمان سے مراد آج کل کے نام نہاد مسلمان ہیں جنہوں نے دین فروشی کو ایک مقصد اعظم بنایا ہوا ہے جو غیروں کو خوش کرنے کے لئے غیروں کے دھوکے میں آ کر اپنی پرانی روایات حسنہ کو خاک میں ملا رہے ہیں

تمام ضلالت کے گڑھے مسلمانوں ہی سے بھرے پڑے ہیں گویا کہ ترقی ضرور کی ہے لیکن معکوس۔ افسوس کہ اب بھی مسلمانوں کی آنکھ نہ اٹھے گی کیا اب بھی مسلمانوں کی آنکھ نہ اٹھے گی کیا اب بھی مسلمانوں کے دل و دماغ میں حرکت پیدا نہ ہوگی۔ کیا اب بھی مسلمان اپنے آپ کو غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش نہ کریں گے موجودہ زمانہ میں کیا اور پچھلے زمانہ میں کیا تمام دوسری قومیں یہی کوشش کرتی رہی ہیں کہ ہم اس ملک کے حاکم رہیں اور مسلمان محکوم۔ آج آزادی کا زمانہ ہے ہر ایک شخص اپنی کامیابی کی سیڑھی پر بےخوف و خطر چڑھ سکتا ہے چڑھ سکتا کیا بام ترقی پر چڑھ رہا ہے لیکن ہم ہیں کہ خبر ہی نہیں جس طرح کسی نے کہا کر لیا گویا کہ اپنے دل و دماغ سے کام لینا ہمارے لئے ختم ہو چکا ہے اور کام لیں کیسے جبکہ حالت زار یہاں تک پہنچ گئی ہو جس کا مختصر خاکہ میں کھینچ آیا ہوں۔

آج گاندھی اور مکمل آزادی کا سوال سنتے ہوئے عرصہ گذر گیا لیکن جہاں دیکھتے ہیں مسلمان بغیر سوچے سمجھے اس میں اتنا حصہ لے رہے ہیں کہ ٹھکانہ نہیں ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ کس خیال کو پہلو میں دبا کر گاندھی جی کی ہر ایک بات پر لبیک ہی کہتے چلے جاتے ہیں کیا انہوں نے اپنی قوم سے پورا پورا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیا انہوں نے اپنے دل و دماغ میں فیصلہ کن سکیم بنا لی ہے کہ انہوں نے وہ پروگرام اپنے سامنے رکھ لیا ہے جیسا کہ ان کا کاربند ہونا ضروری اور اس وقت اشد ضروری ہے۔

ہر ملک ہر قوم ہر ملت ہر جماعت ہر فرقہ اور ہر سوسائٹی کے ایک نقطہ پر متفق ہونے کے باوجود سینکڑوں مختلف مسائل میں الگ الگ حالات سے گذرنا پڑتا ہے اور یہ تو ایک انسانی فطرت ہے کہ مختلف فضاؤں کے ماتحت ہر ایک فرد اپنی پوزیشن خوب اچھی طرح ذہن نشین کر سکتا ہے لیکن اس موجودہ شورش میں مسلمان بغیر کسی قسم کا فیصلہ کرنے کے اپنا ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی وقت زمانہ گذرنے پر عنان حکومت اس پارٹی کے ہاتھ آ بھی گئی تو مسلمان ابھی سے سمجھ لیں بلکہ تقلین اور یقین بھی پختہ غیر متنزلزل کر لیں کہ یہ پھر بھی کورے کے کورے ہی رہیں گے یعنی کہ ان کی اس موجودہ طاقت کا جو تھوڑی بہت ان میں ہے اور جس کو کہ یہ قوم اپنے پورے جوش سے اس مہم میں خرچ کر رہی ہے دوسرے ہی فائدہ اٹھا جائیں گے اور یہ پھر منہ تکتے کے تکتے ہی رہ جائیں گے کہ ہیں کیا ہو گیا؟ ہمیں لازم تھا کہ پہلے اس کے کہ ہم گورنمنٹ سے اس امر کا مطالبہ کرتے جس کا کہ گاندھی جی کر رہے ہیں آپس میں ٹھنڈے دل سے غور کرتے کہ اس کے حصول کے لئے ہم نے سول نافرمانی جو ذریعہ بنایا ہے یہ کس حد تک از روئے عقل از روئے مذہب از روئے قانون قدرت صحیح اور قابل عمل ہے اس سے تو یہ لوگ عوام کے دلوں میں یہ سپرٹ پیدا کر رہے ہیں کہ سول نافرمانی حکومت کے قوانین کی نافرمانی اچھی کیا موجب نجات ہے

تو غور کرنے کا مقام ہے کہ خدانخواستہ ان کی حکومت مفروضہ میں یہ احکام جاری ہوں اور ایک قوم اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے یہی چال چلے تو یہ لوگ اس کو کس حد تک جائز اور قابل عمل قرار دیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنے جداگانہ حقوق کا بھی تصفیہ کر لینا چاہیئے کیونکہ کسی کام کو کرنے سے پہلے ہمیشہ اس کے آئین و قوانین مرتب ہوتے ہیں تاکہ ان پر ہر شخص جو کہ اس میں حصہ لے رہا ہے پوری طرح سے کاربند ہو سکے یہ بھی ایک وجہ ہے کہ گاندھی جی کی سکیم کبھی تو پورے زور سے گونج رہی ہوتی ہے لیکن کبھی صبح کی شمع کی طرح ٹمٹما رہی ہوتی ہے جو کہ اس بات کا ثبوت ہے اور اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کامیابی محال۔ کامیابی کیا کامیابی کے خوشنما چہرے کی جھلک بھی محال کیا مسلمان اندھا دھند ہی ہندوؤں کی ہم آہنگی اختیار کر کے لگاتار "انقلاب زندہ باد" "ٹوڈی بچہ" کے نعرے لگاتے چلے جائیں گے یا کچھ سوچیں گے بھی؟

مسلمانوں کا کوئی زبردست فریق یہ خیال نہ کرے کہ ہماری طاقت کافی ہوگی کمزور اور غریب جماعتوں کی کیا ضرورت ہے لہذا انہیں رہنے ہی دیا جائے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں جب تک تمام کے تمام مسلمان اپنے اپنے تعصبانہ رنگ کو اتار کر ایک نقطہ پر ہم خیال نہ ہوں گے تب تک اس حصار کا سر کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ جب تک سب ملکر کامیابی کی زنجیر کو نہ کھینچیں ناممکن امر ہے کہ اکیلے ہندو اور غیر مذاہب کے لوگ خوش اسلوبی سے اس پروگرام کو انجام تک پہنچا سکیں لیکن اس سے پہلے کہ اتفاق کر کے ایک نقش قدم پر دوڑیں زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اپنے حقوق کا جو کہ بعد میں لینے ضروری ہوں جائز اور مناسب فیصلہ ہو چونکہ ہر کام جو کہ اکٹھے ہو کر شروع کیا جاتا ہے اس کا آغاز یہی ہے کہ اپنے اپنے حصے کس طرح محفوظ رکھے جائیں تاکہ اس فریق کی جو اس میں شریک ہے حق تلفی نہ ہو لیکن یہ موجودہ روش تو اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس گویا زمانہ میں امن نہیں ہوگا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ذرا بیدار مغزی سے کام لیں اور پیشتر اس کے کہ وہ اس طرف رجوع کریں اپنے حصہ دار سے فیصلہ کر لیں کہ کیا کیا حقوق کسی کو ملنے لازمی ہیں جب تک حصے کا فیصلہ نہ ہو کسی کام کا مشترکہ طور پر کرنا اس آڑ میں کہ بعد میں کریں گے سراسر دھوکا نہیں تو اور کیا ہے پس مسلمانوں کو اپنا ہاتھ جہاں تک ممکن ہو سکے پیچھے کھینچ لینا ہی ضروری ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری اس قابل رحم حالت پر رحم فرمائے اور ہمیں طاقت و قوت بخشے کہ ہم اپنے سہارے خود ہی کھڑے ہو سکیں اور اوروں کو بھی کھڑا کر سکیں تاکہ کسی اور کا سہارا ڈھونڈنے میں یہ جواب نہ ملے کہ گنجائش نہیں۔ اللہم آمین۔

نوجوانانِ قوم سے دو ایک باتیں

نظامِ عالم کے اعمدہ

اخلاق فاضلہ اور کمالات سامیہ نظامِ عالم کے ستون ہیں جن کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی انہیں کے رواج سے تمام دنیا میں راحت و آسائش کا دور دورہ ہوتا ہے۔ سیاست کے محکم اصول اور مملکت کے مضبوط قوانین بھی انہی سے ماخوذ ہیں کیونکہ راستبازی اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہر ایک نیکی اور بھلائی کی جڑ ہے عدل و امانت ہر قسم کے آرام کا منبع ہیں خلاصہ کلام کمالات عالیہ جس سے مراد پاک روش اور پاکیزہ عمل ہے ہر بزم میں محبوب ہے ہر مجلس میں پسندیدہ ہے ہر عیش و آرام کے بنیاد کی آہنی کڑی ہے ہر بیکس کی زینت ہے ہر جسم کی جان ہاں وہ محبوب ترین جان ہے ہر جمعیت میں باعث الفت ہے۔

نونہالانِ قوم کا عملی قدم

پس ہمارے نونہالان قوم کے لئے ضروری اور لابدی ہے کہ وہ اخلاق فاضلہ اور کمالات عالیہ اپنے اندر پیدا کریں کیونکہ انہوں نے ایک دن عماد الدین بننا ہے انہوں نے اس موجودہ نظام کے ستون بننا ہے انہیں پر امید بلکہ پختہ امید کی جاتی ہے کہ انقلابات حاضرہ میں تغیر و تبدل پیدا کر کے قوم کو صحیح راہ پر لانا ہے انہوں نے بھلائی کا عملی جامہ پہن کر قوم کا صحیح معنوں میں خیر خواہ بننا ہے پس اے قوم کے نوجوانو! اپنی گہری نیند سے بیدار ہو جاؤ اور میدان عمل میں پہلوان بن کر اپنے ملک اپنی قوم اور اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے آہنی دیواریں بن جاؤ دیکھو دنیا میں کیا سے کیا انقلابات ہو رہے ہیں جن کا خیال کسی کے گمان میں نہ تھا پس یہ موجودہ تحریکات تمہیں محض جگانے کے لئے تلاطم خیز ہیں فضا میں موجودہ انقلابات کا وجود تمہارے لئے ایک سبق ہے پس اس سے سبق حاصل کر کے صحیح معنوں میں نوجوان کہلاؤ۔ ایک ممتاز ہستی بن جاؤ کیونکہ قدرت نے وہ تمام قوی جو اس نوع کے لئے لازمی ہیں تمہیں عطا کر دیئے ہیں پس ان قوی کو عطیہ الٰہی سمجھ کر ان کو اپنے موقعہ محل پر استعمال کرو کیونکہ ان میں سے ہر ایک قوت بمنزلہ تلوار ہے اور تلوار عدم استعمال کی وجہ سے زنگ آلود ہو کر بیکار ہو جاتی ہے پس آپ اگر ان عطایات الٰہی کے استعمال کی طرف متوجہ نہ ہوں گے تو یہ بھی بیکار اور خستہ حالت میں ہو جائیگی تمہاری دماغی حالت اس قابل ہے کہ تمہارے ہم مذہب اس سے استفادہ حاصل کریں تمہارے ذہنی تخیلات کا بحر مواج اس لائق ہے کہ لوگوں کے مردہ دلوں کی آبپاشی کرے۔ ان میں زندگی بھر دے ان میں ایک روح پیدا کرے مگر ان دلوں تم اس کو استعمال کر کے منصہ ظہور پر نہیں لاتے بھلا ایک لمحہ کے لئے خالی الذہن ہو کر سوچو کہ کس دن کیلئے تم نے یہ خزینہ الٰہی رکھا ہوا ہے کیا اس سے بھی زیادہ سخت دن قوم پر آئیگا پس اے نوجوان (جو صحیح معنوں میں اپنے آپ کو نوجوان سمجھتا ہے کیونکہ آجکل ایسے نوجوان بھی ہیں جن کا ظاہری ڈیل ڈول ان کی جوانی پر دلالت کرتا ہے مگر ان کا دل صاحب رعشہ سے بھی زیادہ کمزور ہوتا ہے) اٹھ اور اپنے بدن سے اپنی قلم سے اپنے ہموطنوں کی مدد کر اور اپنے پاکیزہ خیالات ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا تاکہ ظلمات البر والبحر میں بھٹکنے والے اپنے سیدھے راہ پر آجائیں اور آپ کی قربانی و ایثار آنیوالوں کیلئے ایک خوش کن نتیجہ پیش کر رہی ہو اور ساتھ عند اللہ بھی ماجور ہوں۔ خدا تعالٰے آپ کو توفیق دے۔ اور صحیح معنوں میں قوم کا رہنما بنائے۔ آمین ؀

استقبال کعبہ

از جناب مولوی تاج الدین صاحب لائلپوری مولوی فاضل

بعض ہنود اور بت پرستوں کی طرف سے اہل اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمان بُت پرستی کو تو برا کہتے ہیں۔ مگر خود کعبہ پرستی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی نماز کو قبلہ رخ ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اور کعبہ کی طرف منہ کئے بغیر نماز کو باطل سمجھتے ہیں۔ گو اہل اسلام کی طرف سے بارہا اس کا جواب دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس اعتراض کو دہراتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے بزرگوں کی خوشہ چینی کرتے ہوئے اس بے بنیاد و بے حقیقت اعتراض کا جواب عرض کرتا ہوں۔ جس سے اہل عقل ناظرین بخوبی سمجھ سکیں گے۔ کہ بت پرستی کو استقبال کعبہ سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ اور کہ استقبال کعبہ کو کعبہ پرستی سے تعبیر کرنا اپنی حماقت و جہالت کا اقرار کرنا ہے *

لیکن قبل شروع فی المقصود کے میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ بطور تمہید کے ایک ضروری مفید اور اصولی امر کی طرف توجہ دلادوں۔

اور وہ یہ ہے کہ احکام اسلامیہ جن کا بجالانا ہر مسلم کے لئے لابدی ہے دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک وہ کہ جن پر سقف اسلام اور مذہب توحید کی بنیاد قائم ہے۔ گویا وہ اسلام کے لئے بمنزلہ روح و جان کے ہیں۔ جن کو کہ "احکام اصلیہ" کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اور درحقیقت یہی احکام اسلام میں مقصود بالذات ہیں۔ دوسرے وہ جو احکام اصلیہ کے بطور محافظ کے ہیں یعنی وہ خود مقصود بالذات نہیں مگر مقصود بالذات احکام یعنی "احکام اصلیہ" کی حفاظت و نگرانی ان سے مطلوب ہے۔ جن کو "احکام محافظ" کے نام سے نامزد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً نماز کا حکم تو اصل حکم ہے۔ یعنی خلوص خضوع اور خشوع کے ساتھ خدا کی طرف بندے کا متوجہ ہونا اور اپنے عجز عبدیت کا اظہار۔ اور اس کی شان خالقیت کا اقرار کرنا اور اس کے سامنے اپنے آپ کو قلبی طور پر ذلیل عاجز اور مسکین بنانا۔ لیکن اس تمام حقیقت کی حفاظت و نگرانی کے لئے نماز کے ارکان اور ہیئت قائمہ وغیرہ کا تقرر از قسم احکام محافظہ ہے۔ ان مذکورہ احکام میں فرق اس وقت بخوبی واضح ہو جاتا ہے جبکہ کوئی حکم محافظ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اس کے سقوط سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اصلی اور مقصود بالذات حکم نہیں تھا۔ جیسے

مثلاً قیام۔ رکوع۔ سجود اور قعود وغیرہ پر جب انسان قادر نہ ہو۔ تو ان میں سے ایک بھی اس پر لازم نہیں ہوتا۔ اسی طرح استقبال قبلہ ہے۔ کہ وہ بھی) ایک معمولی عذر پر ساقط ہو جاتا ہے مثلاً جہت قبلہ مشتبہ ہو۔ یا سہواً کسی دوسری جانب نماز پڑھ لی جائے۔ یا گھوڑے دیگر سواری کے جانوروں پر یا بحری وہوائی جہاز اور ریل وغیرہ میں۔ لیکن نماز کہ وہ حکم اصلی اور مقصود بالذات ہے انسان سے کسی صورت میں بھی (جب تک وہ مکلف کہلا سکتا ہے) ساقط نہیں ہو سکتی۔

پس جو احکام کہ دوسری قسم میں داخل ہیں۔ ان پر اعتراض کرنے سے اسلام پر براہ راست کوئی حرف نہیں آسکتا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس سے حکم اصل کی حفاظت نہیں ہوتی۔ یا مقصود اصلی حاصل نہیں ہوتا۔ تو یہ بات بے شک قابل غور ہوگی۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ "احکام اصلیہ" کی حفاظت جس احسن و اولیٰ طریق سے اسلامی "احکام محافظہ" سے ہوتی ہے اس سے بڑھ کر تو کجا اس کی مثل بلکہ اس کے لگ بھگ بھی کسی دوسرے مذہب کے بیان کردہ طریق و وسائل سے نہیں ہو سکتی والبینة علی من ادعی خلاف ذالک۔

اس تمہید سے میرا مقصد یہ بتانے کا تھا۔ کہ استقبال کعبہ مقصود بالذات اور "احکام اصلیہ" میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ۔۔۔۔۔ واقام الصلوة کہ اصل نیکی تو نماز ہی ہے۔ نہ استقبال کعبہ۔

افسوس کہ اس مذہب کی طرف غیر اللہ کی پرستش کا الزام منسوب کیا جاتا ہے جو سراسر چشمۂ توحید ہے۔ اور جس نے جنم لیتے ہی ہر ایک قسم کے شرک بت پرستی۔ انسان پرستی خواہش وہوا پرستی۔ شجر۔ حجر۔ اور چاند و سورج پرستی وغیرہ کو اپنے تمام حلقہ اثر سے جڑھ سے اکھاڑ باہر پھینکا۔ اور جس کی کتاب قرآن مجید میں جا بجا غیر اللہ کی بیجا تعظیم اس سے خوف و رجا اور اس کی عبادت و پرستش کے خیال کی مذمت اور پر زور الفاظ میں صریح طور پر ممانعت پائی جاتی ہے۔ اور سینکڑوں آیات اس کی تردید میں موجود ہیں پس کیونکر جائز ہے۔ کہ ایسے مذہب اور ایسی کتاب پر بدگمانی کی جائے۔ کہ اس نے استقبال قبلہ کی تعلیم میں اپنے متبعین کو گویا غیر اللہ کی پرستش کی ترغیب دی ہے۔ حالانکہ خود خانہ کعبہ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اذ بوأنا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئاً وطھر بیتی الخ نیز فرمایا ہے عھدنا الی ابراھیم واسمعیل ان طھرا بیتی الخ کہ بیت اللہ کو ہر قسم کے شرک علی الخصوص بتوں اور بت پرستی

سے پاک وصاف رکھا جاتے۔ کیونکہ یہ تو مجسّم معلّم توحید ہے۔ نہ کہ نعوذ باللہ باعث شرک و بت پرستی۔
اب میں مذکورۃ الصدر اعتراض کا جواب عرض کرتا ہوں۔ سو جاننا چاہیئے۔ کہ بت پرستی اور استقبال کعبہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہے

امر اول۔ یہ لفظ بت پرستی اور استقبال کعبہ خود اس فرق کو ظاہر کر رہے ہیں۔ کیونکہ اول الذکر کا مفہوم یہ ہے۔ کہ بت معبود ہو۔ اور ثانی الذکر کا مطلب صرف یہ ہے کہ کعبہ کی طرف منہ ہو۔ بھلا کون عقلمند ہے جو محض کسی چیز کی طرف منہ کر دینے ہی سے اس چیز کو معبود قرار دے دے۔

امر دوم۔ اہل توحید کے نزدیک بوقت نماز کعبہ کی طرف فقط منہ ہونا چاہیئے۔ استقبال کعبہ کی نیت کی بھی ضرورت نہیں۔ کجا یہ کہ ارادۂ عبادت ہو۔ ہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کی نیت اور اس کا ارادہ ضروری ہے۔ کیونکہ بدوں اس کے نماز ہی درست نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل توحید فقط خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ کہ کعبہ کی۔ لیکن برعکس اس کے بت پرستی میں بت کی عبادت و پوجا کی نیت اور اس کا ارادہ ضروری ہے پس کجا اہل اسلام کا استقبال کعبہ اور کجا مشرکوں کی بت پرستی۔ کجا رام رام۔ کجا ٹیں ٹیں۔

امر سوم۔ نماز کے شروع سے لے کر آخر تک کوئی لفظ اور نمازی کی کوئی حرکت و سکون ایسا نہیں۔ کہ جس سے کعبہ کی عظمت۔ اس کی بڑائی اور اس کے تقدس کی طرف معمولی سا اشارہ بھی پایا جاتا ہو۔ اس کا ہر ہر لفظ۔ اس کی ہر ہر حرکت و سکون اور ہر ایک فعل جو حالت نماز میں کرنا پڑتا ہے محض خدا ہی کی تعظیم اور اسی کی قدوسیت و شان الوہیت پر دال ہے یعنی اس میں مِنْ اَوَّلِهٖ اِلیٰ اٰخِرِهٖ خدا ہی کی عبادت اور اسی کی شان ارفع و اعلیٰ کا اظہار اور اپنی ذلت و خواری کا اس کے سامنے اقرار ہوتا ہے کعبہ کا نام تک تو تمام نماز میں نہیں آتا چنانچہ نماز کے شروع میں ہی نمازی اقرار کرتا ہے۔ ایاك نعبد کہ میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مستحق عبادت سمجھتا ہوں اور اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ اس کے سوا نہ کسی اور کو مستحق عبادت سمجھتا ہوں اور نہ کسی کی عبادت کرتا ہوں لیکن برعکس اس کے بت پرستی میں اول سے آخر تک بت ہی کی تعظیم اور اسی کی شان کا اظہار اور خوشامد ہوتی ہے۔ اور اس کے سامنے اپنی ذلت و خواری کا اقرار ہوتا ہے۔ غرض بت پرستی کو استقبال کعبہ یا نماز سے کیا نسبت۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

امر چہارم۔ بوقت نماز اگر کعبے کی دیواریں مقابل و سامنے نہ ہوں تو بھی نماز میں کوئی نقص و ہرج واقعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر کعبہ کی دیواریں موجود نہ بھی ہوں۔ بلکہ منہدم ہو جائیں

جب بھی نماز اسی طرف منہ کرکے ادا کی جائیگی چنانچہ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ خانہ کعبہ کی دیواریں کئی دفعہ منہدم ہوئیں اور پھر بھی نماز بدستور سابق اسی طرف پڑھی جاتی رہی۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور حجاج کے زمانہ میں ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کعبہ کی درو دیوار ہرگز ہرگز معبود و مسجود اور مقصود اصلی نہیں ہیں۔ ورنہ چاہیئے تھا۔ کہ تا تعمیر ثانی نماز موقوف رہتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ لیکن کون نہیں جانتا۔ کہ بت پرستی میں اصل مقصود اور معبود و مسجود خود بت کا وجود ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اگر وہ بت ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجایا جائے۔ تو پھر اس کے پجاری وہاں جاکر اس کی پرستش کرینگے۔ جگہ اول کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ پس استقبال کعبہ اور بت پرستی میں فرق ظاہر ہے۔

امر پنجم۔ مسلمان خانہ کعبہ کو بیت اللہ یعنی خدا کا گھر کہتے ہیں۔ خدا یا اللہ نہیں کہتے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی کسی گھر یا مکان کی طرف جائے۔ تو اس کا اصلی مقصود مکین اور صاحب خانہ ہوتا ہے۔ نہ کہ خود مکان و خانہ۔ اور اگر وہ اس طرف منہ کرکے کسی قسم کے آداب نیاز بجالائے۔ تو ہر عقلمند شخص یہی سمجھیگا۔ کہ یہ سب کچھ صاحب مکان کے لئے ہے۔ نا کہ خود مکان کے لئے۔ مثلاً اگر کوئی کسی تخت نشین کو جھک کر سلام کرے۔ تو وہ سلام رب العرش یعنی صاحب تخت کو ہوگا۔ نہ کہ خود تخت کو۔ سو یہی بات استقبال کعبہ میں ملحوظ و مضمر ہے۔ کہ یہاں بھی ہر سجدہ اور رکوع اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ نہ کہ کعبہ کے لئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ بت پرست بت کو خانۂ خدا یا اس کا تخت اور کرسی نہیں سمجھتے۔ بلکہ خود بت ہی کو مہادیو و گنیش اور کیا کیا سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ ان بزرگوں کو پجاری و بت پرست مستحق عبادت سمجھتے ہیں۔ لہذا بت پرستی میں مقصود اصل بت ہی ہے۔ فالفرق ظاہرٌ۔

امر ششم۔ اہل توحید مستحق عبادت صرف اسی ذات کو سمجھتے ہیں جو بذات خود موجود ہو۔ یعنی اس کا وجود خانہ زاد ہو عطائے غیر نہ ہو۔ اور باقی تمام مخلوقات اپنی بقا اور اپنے وجود میں اس کی محتاج ہو۔ اور نفع و ضرر محض اسی کے ہاتھ میں ہو۔ اسے کوئی نفع و ضرر نہ پہنچا سکے۔ سو ان اوصاف سے متصف بشہادت عقل و نقل محض ذات باری تعالیٰ ہی ہے نہ غیر حتی کہ ان کے نزدیک تمام کائنات میں سے افضل ترین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن یہ وصف ان میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اس لئے وہ انہیں بھی مستحق عبادت نہیں سمجھتے۔ چنانچہ کلمہ شہادت میں ان کی عبودیت ہی کا اقرار کرتے ہیں۔ پس جب افضل ترین

مخلوقات اور سید الکائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی وہ عبد ہی مانتے ہیں۔ معبود و مسجود نہیں مانتے تو پھر آپؐ سے کم درجہ کی چیزوں کو خواہ وہ عرش ہو یا کرسی خواہ وہ کعبہ ہو یا ملائکہ۔ کیونکر معبود و مسجود قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن بت پرست تو اپنے مہادیو وغیرہ کو مستحق عبادت تصور کرتے ہیں اور انہیں کے ہاتھ کارخانہ عالم کی باگ ڈور سمجھتے ہیں۔ اور نفع وضرر کا مالک بھی انہی کو خیال کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت دراصل اطاعت ہی کو کہتے ہیں۔ اور کسی کی اطاعت امید نفع یا اندیشہ نقصان ہی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اور چونکہ بت پرستوں کے نزدیک مہادیو وغیرہ نفع وضرر میں مختار اور اس کے مالک ہیں اس لئے وہی مستحق عبادت ہیں لیکن مسلمان سوائے خدا کے کسی اور کو مستحق عبادت نہیں مانتے۔ قل انما الٰھکم اللہ واحدؐ۔ تمہارا ایک ہی معبود۔ ایک ہی محبوب اور ایک ہی متصرف حقیقی ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ۔ لیکن بت پرست اپنے بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں۔ فالفرق بیّنٌ

امر ہفتم۔ ایک وقت تھا۔ کہ مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کرکے فریضہ نماز ادا کرتے تھے۔ پھر بحکم خداوند خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کیا۔ پس اگر قبلہ پرستش کی چیز ہوتی۔ تو شروع سے ایک ہی قبلہ ہوتا۔ مگر نہ صرف یہ کہ شروع میں بیت اللہ کو قبلہ قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ مدینہ میں آکر قریباً سولہ ماہ تک اس کی طرف پیٹھ کروا کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا۔ کہ یہ پرستش کا قطعاً مستحق نہیں ٭

امر ہشتم۔ خود خدا تعالےٰ نے اس امر کو کھول کر بتا دیا ہے۔ کہ استقبال کعبہ قطعاً اصلی مقصود نہیں۔ چنانچہ فرمایا ماکان اللہ لیضیع ایمانکم۔ کہ مسلمانوں نے جو نمازیں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے پڑھی ہیں وہ ضائع نہیں ہوئیں۔ کیونکہ نماز تو دراصل خدا تعالیٰ کی ہے۔ اس کو قبلہ سے کوئی ایسا تعلق نہیں کہ اگر اس کی طرف منہ کرکے نہ پڑھی گئی۔ تو نمازیں نہیں ہوئیں۔ نیز فرمایا قل اللہ المشرق والمغرب کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق کسی خاص جہت اور سمت سے نہیں۔ کیونکہ سب جہات اور سمتیں اسی کی ہیں۔ پھر فرمایا اینما تولوا فثم وجہ اللہ کہ جدھر منہ کرو ادھر اللہ کو پاؤ گے۔ وہ کسی خاص جہت میں محدود و مقید نہیں ہے۔ اور اس سے بھی بڑھکر فرمایا۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ..... الخ کہ کسی خاص جہت میں منہ کرنا تو کوئی بڑی عظیم الشان نیکی بھی نہیں۔ چہ جائیکہ اس جہت کی عبادت ہو۔

امر نہم - واتخذو امن مقام ابراھیم مصلی۔ کہ مقام ابراہیم یعنی خانہ کعبہ یا بیت اللہ کو اپنی نمازوں کے لئے قبلہ بناؤ۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ بیت اللہ معبود و مسجود نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ کہ اس کی طرف منہ کر کے فریضۂ نماز ادا کیا جائے وبس۔ اور ظاہر ہے۔ کہ نماز تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ قوموا لِلّٰہِ قانتین۔ قل ان صلوٰتی .... للہ رب العالمین۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا بیت اللہ کو مسجد کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا انما المشرکین نجسٌ فلا یقربوا المسجد الحرام نیز فرمایا لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاءاللہ

امر دہم - بیت اللہ کی عزت و احترام بے شک مسلمانوں کے دلوں میں ہے لیکن اس کی یہ وجہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ وہ معبود و مسجود ہے۔ بلکہ ایسا محض اس لئے ہے۔ کہ وہ توحید کا اصل مرکز ہے۔ اور اس سے خدا کے عظیم الشان محبوب نے ایسے وقت میں جبکہ دنیا سے خدا کا جلال اور اس کا رعب بلکہ نام تک مٹ چکا تھا۔ اس کے نام کے ساتھ توحید کی صدا بلند کی۔ نیز اس لئے کہ نسل انسان کے اتحاد کا اصل مرکز بھی وہی ہے۔ پس اس جائز اور واجب عزت و احترام کو پرستش کے قائم مقام سمجھ کر اعتراض کرنا محض نادانی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی پرستش یا عبادت میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) اس چیز کی عظمت سے اس حد تک متاثر ہونا کہ اس کی طرف توجہ تام ہو۔ (۲) اس کی حمد و ستائش (۳) اس سے دعا مانگنا۔ لیکن کعبہ کی طرف منہ کرتے وقت کسی مسلمان کے دل میں ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک بات کا وہم تک بھی نہیں ہوتا۔ یعنی اس وقت نہ اس کے دل پر کعبہ کی عظمت کا کوئی اثر ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کوئی دعا مانگتا ہے۔ بلکہ علی العموم خود کعبہ کا تصور اور خیال تک بھی دل میں نہیں گذرتا۔ پس محض اس طرف منہ کر کے خدا کی عبادت کرنے کو بت پرستی سے مشابہت دینا ایک متعصبانہ اور جاہلانہ خیال ہے۔

"تلک عشرۃ کاملہ"

نوٹ :- افسوس کہ بوجہ عجلت و عدم فرصت۔ قلتِ وقت و خوف طوالت مضمون کو یہیں پر ختم کرنا پڑا اور اس کا بقیہ یعنی اعتراض مذکور کا تحقیقی جواب کہ کعبہ کو آخری اور دائمی قبلہ مقرر کرنے کی حکمتیں اور اس کے مدلل و [illegible] ہات کیا ہیں۔ کسی آئندہ اشاعت پر ملتوی کرنا پڑا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ (تاج الدین)

اسلام کے محیط کل احسانات

(از مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب پشاوری متعلم فسٹ ایر کلاس جامعہ احمدیہ)

اسلام ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے۔ جو عین ضرورت کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بے آب وگیاہ میدان میں جبکہ اہل دنیا ہمہ تن اس کے منتظر تھے۔ جبکہ تمام مذہب کھوکھلے ہو گئے تھے جبکہ تمام روحانی چشمے انسانی دست اندازی سے مکدر ہو گئے تھے۔ آیا۔ اور وہ تمام ضرورتیں جو اس وقت پیش نظر تھیں۔ یا آئندہ رونما ہونیوالی تھیں جن کا علم اس خدائے واحد کو تھا جو العلیم الحکیم ہے پوری کیں۔ چنانچہ مشتے از خروارے بطور نمونہ اسلام کے وہ عام احسانات جو دنیا کے ہر فرد پر مشتمل ہیں۔ ذکر کرتا ہوں ٭

(۱) اسلام نے ہم کو درس توحید دیا۔ بے شک ادیان ماضیہ نے بھی اپنے اپنے وقت پر اس کام کو باحسن طور نبھایا۔ مگر جس خوش اسلوبی سے اسلام نے شرک کی جڑھیں کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیں۔ اور توحید کے بیل بوٹے لگائے۔ اس کی نظیر کسی تاریخ میں ملنی مشکل کیا بلکہ محال ہے۔ اس نے توحید کے ہر حصے پر پوری پوری بحث کر کے اس کو دلائل بینہ اور براہین قاطعہ سے اس طرح ثابت کیا۔ کہ آج مخالفین بھی زبان حال سے کہہ اٹھے ہیں۔ کہ اسلام کی توحید تمام مذاہب کا سرتاج ہے۔ نیز شرک کے وہ تمام مخفی در مخفی وجوہ (جو ہمارے تصور سے بھی بہت بعید تھے) ان کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر نسیًا منسیا کر دیا۔ اور ہمارے سامنے بے لوث پاک وصاف توحید کا چشمہ پیش کیا۔ کہ ہم اس سے خود بھی سیراب ہو کر اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہو جائیں۔ اور دوسروں کو بھی توحید کا سبق دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مورد نہ بنیں۔ اور بارگاہ ایزدی سے لاتناہی افضال کے وارث ہو جائیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ ترجمہ:۔ تو کہہ (یعنی عملی وقولی ثبوت وحدانیت کے متعلق دل سے) کہ اللہ (تمام برائیوں سے پاک اور تمام کمالات حسنہ کا جامع) ایک ہے (اس کا کوئی شریک نہیں) اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بے نیاز ہے کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں۔ بلکہ لوگ اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس نے کوئی جنا۔ اور نہ ہی وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ پس اس مختصر صورت پر اگر ایک لمحہ کے لئے نظر غائر ڈالی جائے

اس بحر بیکراں میں اگر ایک غوطہ مارا جائے۔ تو کئی دُرِّ بے بہا ہاتھ لگ جائیں۔ پس اسلام نے آگر ہمارے سامنے وحدانیت کا درس ایک کامل استاد کی حیثیت میں دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج کل تمام مشرک اقوام ملکر اسلام پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ ان کو اچھی طرح سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے ہماری کامیابی خیال و خواب سے زیادہ حیثیت نہیں کرتی ؛

۲۔ دوسرا احسان یہ ہے۔ کہ اسلام نے ہمیں ایک ایسا اصول سکھایا ہے۔ کہ اگر ہم آج ہی اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تو تمام مذہبی جھگڑوں کا خاتمہ ہو جائے اور ہر ممکن سے ممکن طریق پر ہم اپنے دین کی اشاعت بے روک ٹوک آسانی سے کر سکیں۔ اور وہ زریں اصول ہمیں اس آیت کریمہ سے ملتا ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ ترجمہ: ۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا معبود بنائے ہیں۔ ان کے معبودوں کو تم برا بھلا مت کہو۔ اگر برا بھلا کہو گے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ تمہارے اللہ کی بے ادبی کرنے لگ پڑینگے۔ پس اس اصول کے ماتحت اگر آج ہی تمام مذہبی انجمنیں ایک دوسرے کے بزرگوں کو بُرے ناموں سے یاد نہ کریں۔ بلکہ ان کی عزت و تکریم کریں۔ تو کبھی مخالفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس ہمیں چاہیئے کہ کسی کے مذہب یا مذہب کے بانی پر ناپاک حملوں سے باز آئیں۔ بلکہ اس کے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ اسی طرح دوسرے مذاہب والوں کو بھی چاہیئے۔

میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ اگر آج ہی تمام مذاہب والے اس اصول پر کاربند ہوں۔ تو ان تنازعات کی حقیقت خاک میں مل جائے گی۔ اور ایک مہینے کے اندر اندر ہم مذہبی جنگوں کو خیرباد کہتے ہوئے نظر آئیں گے ؛؛

نوٹ: ۔ مجھے امید ہے۔ کہ اگر ہمارے طلبہ اس طرح کوشش اور دماغ سوزی سے مضامین لکھا کریں گے۔ تو ایک دن وہ اعلیٰ مقررین اور مضمون نویسوں میں شمار ہونگے (اڈیٹر)

خدا کا کلام خدائی شان میں

(مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ)

ھدی للمتقین کی لطیف تفسیر

قرآن مجید دنیا کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ مگر انسانوں میں سے وہ قلیل حصہ جو اس کے کلام الٰہی ہونے کا معترف ہے۔ وہ بھی اس کی شان کی رفعت و عظمت سے ناآشنا اور غافل ہے ؛

دوسرے مذاہب کی کتابیں اپنی شان سے خود ساکت ہیں لیکن اس پر بھی ان کے پیروان کی ترفیع شان کے درپے رہتے ہیں۔ اور قرآن مجید اپنی غیر محدود اور لامتناہی رفعت و عظمت کو خود بیان کرتا ہے لیکن اس کے خادم کہلانے والے اس کی خود بیان کردہ عظمت و رفعت کا پیش کرنا تو کجا۔ اس کے جاننے کے بھی درپئے نہیں ہوتے ۔حالانکہ قرآن مجید نے ذالک الکتاب لاریب فیہ کے دعویٰ کے براہین نیرہ پیش کرنے سے پہلے ہی ھدی للمتقین الخ کے ساتھ اس کی وہ رفعت و عظمت بیان کر کے کہ جس کے راستہ میں کوئی مذہبی کتاب سامنے آہی نہیں سکتی تھی۔ اپنے ماننے والوں کو یہ سبق دیا تھا۔ کہ اگر اس میدان مقابلہ و مسابقت میں کامیاب ہونا چاہتے ہو۔ تو پھر سب سے پہلے تم اپنے بے مثل خدا کی اس بے مثل کتاب کی بے مثل عظمت و رفعت کو پیش کرو۔ جس طرح کہ ہم نے اس کی عظمت و رفعت کو سب سے پہلے بیان کیا ہے۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ الکتاب اور قرآن کے پیش ہوتے ہی اہل کتاب کی طرف سے یہ سوال ہو سکتا تھا۔ کہ جب ہمارے پاس اسی خدا کی وہ الکتاب موجود ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اور جس کی تبلیغ انبیاء کرتے رہے ہیں۔ تو پھر کسی اور کتاب کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تو ھدی للمتقین فرما کر اس کا یہ جواب دیا۔ وہ پہلی الکتاب اور دوسری پہلی الہامی کتابیں تو انسانوں کو متقی بنانے کے لئے آئی ہیں۔ مگر یہ الکتاب متقیوں کو آگے تعلیم دینے کے لئے آئی۔ بلفظ دیگر یوں جواب دیا ہے۔ کہ پہلی سب کتابیں علی قدر المراتب ابتدائی مدارس کے نصاب تھیں

مگر یہ کالج ہے۔ تو اگر کہیں کالج جاری کیا جائے۔ تو وہاں کے پرائمری اور مڈل اور ہائی سکولوں کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ یہ اعتراض کریں۔ کہ ہمارے مدارس ہوتے ہوئے اس نئے مدرسہ کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور اگر نادانی سے وہ یہ اعتراض کرے۔ تو یہی جواب دیا جائیگا۔ کہ یہ کالج ہے۔ اور تمہارے مدارس اس سے بے نیاز اور مستغنی نہیں کر سکتے۔ پھر اس کو مدلل طور پر بیان کرنے کے لئے بتایا ہے۔ کہ جس طرح مدارس اور کالجوں کے نصاب مقرر کرنے کے لئے پہلے معیار مقرر کیا جاتا ہے۔ کہ ہم فلاں قسم کے آدمی تیار کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس کے لئے مضامین معین کئے جاتے ہیں۔ پھر ان مضامین کے لئے اگر مناسب کتابیں موجود ہوں تو ان کو نصاب میں داخل کیا جاتا ہے۔ ورنہ نئی کتابیں تیار کرلی جاتی ہیں۔ اسی طرح روحانی ترقی میں بھی پہلے معیار مقرر ہوتا ہے۔ پھر اس کے لئے جو مضامین ضروری ہوتے ہیں ان کی تعیین ہوتی ہے اور پھر ان پر مشتمل کتاب نازل کی جاتی ہے۔ مثلاً پرائمری سکولوں کا معیار یہ ہے کہ نوشت و خواند اور شخصی اور خانگی ضروریات پورے کرنے والے آدمی۔ ہائی سکولوں کا معیار دفتری ضروریات اور قابلیت ترقی فی العلوم رکھنے والے طلباء پیدا کرنا۔ اسی طرح روحانی ترقی میں پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ متقی ہو جائے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی ناراضگی اور ناپسندگی سے بچ گیا ہے۔ اور اس کے دربار میں جانے کے قابل ہو گیا ہے۔ اور قرآن مجید سے پہلے کی سب کتابوں کا یہی دعویٰ ہے۔ کہ جو ہماری پیروی کریگا وہ نجات پا جائیگا۔ اور متقی ہو جائیگا۔ اور اس سے آگے لیجانے کا ان میں سے کسی نے دعویٰ نہیں کیا۔ اور متقی تیار کرنے کے لئے جو جو مضامین ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔ وہ بھی سب نے تین رکھے ہیں۔

(۱) اول چند امور غیبیہ پر ایمان لانا۔ جیسا خداوند تعالیٰ اور جزا سزا پر ایمان لانا۔ اس کتاب پر ایمان لانا۔ کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ (۲) دوم خداوند تعالےٰ کے آگے عجز و نیاز اور دعا کرنا۔ سوم۔ اس کے راستہ میں کچھ خرچ کرنا۔ مگر قرآن مجید نے ہاں صرف قرآن مجید نے ہی آگے بڑھ کر یہ دعوےٰ کیا ہے۔ کہ میں متقیوں کو آگے ہدایت اور تعلیم دیتا ہوں ھدی للمتقین۔ کے بالکل صاف اور سیدھے یہی معنے ہیں کہ یہ کتاب متقیوں کے لئے رہنمائی کرنے اور آگے تعلیم دینے والی ہے۔ پس جس طرح وہ مدارس جو کہ خانگی نوشت و خواند والے یا دفتری کاروبار والے یا ترقی تعلیم کے قابل آدمی پیدا کرنے والے اس کالج کے راستہ میں اور اس کے مقابل اور بدل نہیں ہو سکتے۔ جو کہ عالم و فاضل اور سرفن اور سرہنر کے اعلیٰ تعلیمیافتہ اور بی۔ اے۔ ایم اے اور ایل ایل بی اور ایم ڈی وغیرہا کے ڈگری یافتہ پیدا کرنے والا ہے

اسی طرح دوسری سب الہامی کتب جوکہ مجرد متقی ہی بناتی ہیں۔اس قرآن کے راستہ میں اور اس کی مقابل اور بدل ہرگز نہیں جوکہ متقیوں کو اعلیٰ تعلیم دیتا ہے۔اور عقلی طور پر بھی قرآن مجید کی یہی شان ثابت ہوتی ہے۔

باپ خواہ کیسا ہی بڑا عالم وفاضل اور فصیح و بلیغ ہو۔پر اس کو اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ کلام کرتے ہوئے اپنی فاضلانہ شان سے تنزل کر کے اپنے بچے کے درجہ پر اتر کر اس کے ساتھ کلام کرنا پڑتا ہے۔اگر وہ اپنی فاضلانہ شان کے مناسب معانی اور مضامین بھی رکھے اور عبارت بھی اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ اختیار کرے۔تو اس کا بچہ اس کے سمجھنے کے ہرگز قابل نہیں۔مگر ایسا کرنے سے سب لوگ اس عالم فاضل اور فصیح بلیغ باپ کو پاگل کہنے لگ پڑیں گے۔کیونکہ اس نے اپنے نادان بچے کی قابلیت کو نظرانداز کر کے ایسا کلام اس کے ساتھ کیا ہے۔جس کے سمجھنے کے وہ قابل نہیں۔بلکہ سمجھدار باپ جب دیکھتا ہے۔کہ میرا بچہ فصیح بلیغ کلام تو درکنار ابھی پورا فقرہ بھی نہیں بول سکتا۔بلکہ مفرد الفاظ بھی صحیح نہیں بول سکتا۔تو وہ عالم اور فاضل اور فصیح و بلیغ باپ تنزل کر کے اسی بچہ کے لہجہ میں مفرد الفاظ کو بھی غلط بنا کر اس کے ساتھ بات کرتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب بچہ کو مٹھائی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔تو پہلے اس کی تعبیر سب سے عام لفظ چیز کے ساتھ کرتا ہے۔اور پھر اس کو بچے کی طرح غلط بنا کر "چچی" کہتا ہے۔غرض کہ جوں جوں وہ بچہ مضمون اور عبارت میں ترقی کرتا جاتا ہے۔وہ دانا باپ بھی ساتھ ساتھ ہی ترقی کرتا جاتا ہے۔

اسی طرح جب وہ بچہ اس قابل ہوجاتا ہے۔کہ اب اس کو زبان کا قاعدہ پڑھایا جائے تو وہ دانا باپ اس کو قاعدہ پڑھاتا ہے اور اسی طرح تدریجاً ترقی کرتے کرتے پھر وہ وقت آتا ہے کہ جب بچہ مضبوط اور جوان اور توانا ہوجاتا ہے۔اور ابتدائی مدارس سے فارغ ہوکر کالج میں داخل ہوتا ہے۔تو اب وہی باپ اس کو اعلیٰ مضامین سکھلاتا ہے۔اور اس کے سامنے وہ اعلےٰ کلام بولتا ہے۔جو اس کی فاضلانہ اور اعلےٰ ادیب ہونے کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔جوکہ اس کی ذاتی شان تھی۔پس اس وقت وہ باپ اپنی شان میں ہوکر کلام کرتا ہے۔کیونکہ اب وہ اس کے قابل ہوگیا ہے۔

جس طرح ایک انسان پر بچپن اور جوانی کا زمانہ آتا ہے۔اسی طرح ہر ایک قوم پر بھی ایک بچپن کا زمانہ آتا ہے۔اور پھر جوانی کا۔اور جس طرح انسانوں اور قوموں پر یہ دو زمانے آتے ہیں

اسی طرح نسل آدم پر بھی ان دونوں زمانوں کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ انہی انسانوں کے مجموعہ کا نام اقوام ہے۔ اور قوموں کے مجموعہ کا نام بنی آدم اور نسل آدم ہے۔ پس جس طرح ان دونوں پر یہ دو زمانے آتے ہیں۔ اسی طرح نسل آدم پر بھی ضرور یہ دو زمانے آنے چاہئیں۔ اور نسل آدم کے بچپن کے زمانہ میں خدائے علیم وحکیم نے جو اس کے ساتھ کلام کیا ہو۔ اس کے لئے ضروری تھا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق نہیں بلکہ اس کمزور بچہ کی شان کے مطابق کلام کیا ہو۔ جس کے مضامین بھی نہائت ادنیٰ ہوں اور عبارت بھی نہائت ادنیٰ ہو۔ بلکہ سب سے پہلا کلام "چچی" یا زیادہ سے زیادہ قاعدہ کی طرز کا کلام ہو۔ اور پھر تدریجاً ترقی ہوتی گئی ہو۔ اور جب نسل آدم جوان ہو گئی۔ تو پھر اس کے ساتھ جو کلام کیا وہ اس علیم وحکیم خدا نے اپنی شان ارفع کے مطابق کیا۔ جیسا کہ عالم فاضل اور فصیح وبلیغ باپ اپنے جوان اور تعلیمیافتہ بیٹے کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اور یہ کوئی خالی خیال یا خالی دعویٰ نہیں۔ بلکہ واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ خدائی شان کا امتیازی نشان یہ ہے۔ کہ وہ لیس کمثلہ شیئ ہے۔ اور چونکہ صفات ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور صفات سے افعال اور افعال سے اثرات اور چیزیں ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر ذات بے مثل ہوگی۔ تو اس کے صفات بھی بے مثل ہوں گے اور جب صفات بے مثل ہوں گے۔ تو افعال بھی بے مثل ہوں گے اور جب افعال بے مثل ہوں گے تو ان سے جو اثرات اور اشیاء ہونگی وہ بھی بے مثل ہونگی۔ اور اگر ذات کی مثل ہوگی تو صفات اور افعال اور ان کے اثرات کی بھی مثل ہوگی۔ تو جب خدا کی ذات بے مثل ہے۔ تو اس کے صفات اور افعال اور ان کے اثرات بھی بے مثل ہوں گے۔ زید کی ذات بے مثل نہیں۔ اس لئے اس کے صفات۔ افعال اور ان کے اثرات بھی بے مثل نہیں پس اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدائی شان کا نشان بے مثل ہوتا ہے۔ جس طرح مصنوعات پر کوئی ٹریڈ مارک ہوتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ فلاں کارخانہ کی ہے۔ اسی طرح اس کا پتہ دینے والا نشان کہ یہ چیز خدا کی ہے بے مثل ہوتا ہے۔ باقی آئندہ

نوٹ:۔ استاذنا المکرم کے لطیف ترین مضمون کے بقیہ حصے کا انتظار کریں

(ایڈیٹر)

الجامعة الاحمدية

قيمة الاشتراك
من سنة كاملة روپيه آنه
في الهند ۱ - ۸
في الخارج ۲ - ۰
في النسخة - ۰ ۶

ادارة التحرير
محمد صادق - درجه رابعه
ظفر محمد - درجه ثالثه
عطاء الرحمن - درجه ثانيه
ابو الحسن - درجه اولى

تصدر في ثلاثة اشهر مرة

المدير :- محمد صادق چغتائى درجه رابعه

صفر المظفر ۱۳۴۹ سنة هجرى ❖ جولائى سنه ۱۹۳۰ سنة عيسوى

سيدنا احمد المصطفىٰ

(قال المسيح الموعود عليه السلام) :-

۱ فانّ ملاذى مستعان يجتبى — ويسقين من كاس الوصال فاشرب
۲ غيور فياخذ راس خصمى اذا اعتدى — غفور فيغفر زلّتى حين اذنب
۳ وللصابرين يوسّع الله رحمة — ويفتح ابواب الجدى ويقرب
۴ رئيناه من نور النبى المصطفىٰ — ولولاه ما تبنا ولا نتقرب
۵ له درجات فى المحبّة تامّة — له لمعات زال منها الغيهب
۶ ولله الطاف على من احبّه — فوابله فى كل قرن يسكب
۷ وليس التقى فى الدين الّا اتّباعه — وكل بعيد من هداه يقرّب
۸ ولو كان ماء مثل عسل بطعمه — فوالله بحر المصطفىٰ منه اعذب
۹ مدحتك يا محبوب من صدق مهجتى — ولولاك ما كنّا الى الشعر نرغب
۱۰ ووالله حبّك للنجاة لمؤمن — دليل وعنوان فكيف نخيب
۱۱ واثرت حبك بعد حبّ مهيمنى — وتصبى جنانى من سناك وتجلب

ايها المنصفون! أمعنوا فى هذه الاشعار القليلة التى هى من جملة ما قالها مسيحنا الموعود ومهدينا المعهود خاتم الاولياء فى مدح سيّد المرسلين والانبياء والزموا الحجة على من انكر ذلك من الاغبياء لانه ما كان لاحد ان ينشاء مثل هذه المديحة ما يشغفه حبّاً خير البرية ❖ والسّلام (المدير)

ما بالهم؟

هٰذه نخبة من كلام العلّامة الشيخ محمد عبده تشتمل على احوال تصيح بان المسلمين في تلك الايام بعدوا عن الاسلام وتركوا ما جاء به سيّدنا خير الانام بل هم طاغون في الشهوات ولا يذكرون هازم اللذات جمدت قرائحهم وسكنت روائحهم يا ليت شعري متى يتنبه القوم ويتخلّص من النوم ويتفكر في عواقبه ويتقصّى من مصائبه (المدير)

اذا كان الاسلام انما جاء لدعوة المختلفين الى الاتفاق وقال كتابه:- "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ" فما بال الملّة الاسلاميّة قد مزّقتها المشارب وفرّقت بين طوائفها المذاهب. اذا كان الاسلام موحّدًا فما بال المسلمين عددوا- اذا كان موليا وجه العبد وجهة الذي خلق السموات والارض فما بال جمهورهم يولون وجوههم من لا يملك لنفسه نفعا ولا ضرا ولا يستطيع من دون الله خيرًا ولا شرًّا اوكادوا يعدّون ذلك فصلًا من فصول التوحيد- اذا كان اوّل دينٍ خاطب العقل ودعاه الى النظر في الاكوان واطلق له العنان يجول في ضمائرها بما يسعه الامكان ولم يشترط عليه في ذلك سوى المحافظة على عقد الايمان فما بالهم قنعوا باليسير وكثير منهم اغلق على نفسه باب العلم ظنًّا منه انه قد يرضى الله بالجهل واغفال النظر فيما ابدع من محكم الصنع- ما بالهم وقد كانوا رسل المحبّة اصبحوا اليوم وهم يتنسمونها ولا يجدونها- ما بالهم بعد ان كانوا قدوة في الجدّ والعمل اصبحوا امثلا في القعود والكسل ما هذا الذي الحق المسلمون بدينهم وكتاب الله بينهم يقيم ميزان القسط بين ما يتدعوه وبين ما دعاهم فتركوه- اذا كان الاسلام في قربه من العقول والقلوب على ما نصف فما باله اليوم على رأى قوم تقصر دون الوصول اليه يد المتناول- اذا كان الاسلام يدعو الى البصيرة فيه فما بال قرّاء القرآن لا يقرؤونه الّا تغنيا ورجال العلم بالدّين لا يعرفه اغلبهم الّا تظنيًّا؟ ثمّ

اذا كان الاسلام منح العقل والارادة شرف الاستقلال فما بالهم شدّوهما الى اغلالٍ اىّ اغلال- اذا كان قد اقام قواعد العدل فما بال اغلب حكامهم يضرب بهم المثل في الظلم- اذا كان الدّين في تشوّفٍ الى حرّيّة الارقاء

فما بالهم قضوا قرونا فی استعباد الاحرار- اذا کان الاسلام یعدّ من ارکانه حفظ العهود والصدق والوفاء فما بالهم قد فاض بینهم الغدر والکذب والغرور والافتراء- اذا کان الاسلام یحظر الغیلة ویحرم الخدیعة ویوعِد علی الغش بانّ الغاشَّ لیس من اهله فما بالهم یحتالون حتی علی الله وشرعه واولیائه- اذا کان الاسلام قد حرّم الفواحش ما ظهر منها وما بطن فما هذا الّذی نراه بینهم فی السرّ والعلن والنفس والبدن- اذا کان قد صرّح بان الدّین النصیحة لله ولرسوله وللمؤمنین خاصتهم وعامتهم وان الانسان لفی خسر الا الّذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحقّ وتواصوا بالصَّبر وانهم ان لم یاموا بالمعروف وینهوا عن المنکر سلّط علیهم شرارهم فیدعو خیارهم فلا یستجاب لهم وشدد فی ذٰلک بما لم یشدد فی غیره فما بالهم لا یتناصحون ولا یتواصون بحق ولا یعتصمون بصبر ولا یتناصحون فی خیر ولا شرٍ بل ترک کلّ صاحبه والقی حبله علی غاربه فعاشوا فذاذا وصاروا فی اعمالهم افرادا لا یحسّ احدهم بما یکون من عمل اخیه کانه لیس منه وکأن لم تجمعه معه صلة ولم تضمّه الیه وشیجة ما بال الابناء یقتلون الآباء وما بال البنات یعققن الامهات- این وشائج الرحمة؟ این عاطفة الرحم علی القریب؟ این الحق الذی فرض فی اموال الاغنیاء للفقراء وقد اصبح الاغنیاء یسلبون ما بقی فی أیدی اهل الباساء؟

قبس من الاسلام اضاء الغرب کما تقول وضوءه الاعظم وشمسه الکبری فی الشرق واهله فی الظلمات لا یبصرون أصحَّ هذا فی عقل او عُهِدَ فی نقل؟ الم تر الی الذین تذوقوا من العلم شیئاً وهم من اهل هذا الدین اول ما یعلق باوهام اکثرهم ان عقائده خرفات وقواعده واحکامه ترهات ویجدون لذتهم فی التشبه بالمستهزئین ممّن سمّوا انفسهم احرار الافکار وبعداء الانظار والی الذین قصّروا همهم علی تصفح اوراق من کتبه وسمّوا انفسهم بانهم حُفّاظ احکامه والقوّام علی شرائعه کیف یجافون علوم النظر ویهزؤن بها ویرون العمل فیها عبثا فی الدین والدنیا ویفتخر الکثیر منهم بجهلها کانّه فی ذٰلک قد هجر منکرا وترفّع عن دنیئة فمن وقف علی باب العلم

من المسلمين يجد دينه كالثوب الخلق يستحيي ان يظهر به بين الناس ومن غرّته نفسه بانه على شيئٍ من الدين وانه مستمسك بعقائده لا يرى العقل جنة والعلم ظنة ؞

بسمه سبحانه وتعالى

احاديث الدجّال

(للمدير)

وردت فی الدجال احادیث کثیرة یخالف بعضها بعضاً مخالفة لو سلّم صحّتها وحملت على ظواهرها کما هو مذهب عامة المسلمین لما بقی بها ثقة لانه لا یمکن ان ینفتها رجل عاقل مع التناقض الواضح لکل جاهل یتحیّر فی غایاتها خریت العقل ویفزع بوحشتها خفیر النظر ولذلک تری اکثر النّاس حیاری وفی الحقیقه هم اشد خبلاً من السکاری وها أنا اطرح بین یدیک شیئاً منها علی وجه النموذج لتعلم ایها اللبیب الاریب ان الاحادیث إمّا کاذبة موضوعة لتناقضها البیّن الذی یمنعنا عن ان ننسبها کلّها الیه صلی الله علیه وسلّم وهذا مردود فی نفسه لشهادة الصحاح به واما صحیحة - وان کان فی صحة بعضها کلام - لکنها محمولة علی بواطنها التی یجوّزها العقل السلیم وتشهد به الفطرة الصحیحة لانها تحتوی علی استعارات ومجازات وهذا هو المذهب الصحیح ؞

من هو وردفی بعض الاحادیث بان عمر بن الخطاب رضی الله عنه حلف فی حضرة النبی صلی الله علیه وسلم ان ابن صیّاد هو الدجال ولم ینهه النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلک وتابع عمرَ علی ذلک ولده عبد الله وجابر بن عبد الله وحلفا ان ابن صیّاد هو الدجال رواه البخاری ومسلم فی صحیحهما واما ماورد فی الترمذی ان ابا الدجال وامّه یمکثان ثلثین عاما لا یولد لهما ولد ثم یولد غلام اعور "مجلد ثان صحیفه ۴۹" یدلّ علی ان الدجّال غیر ابن صیّاد لانه ولد علی غیر ماذکر فی هذا الحدیث (والمروی فی شرح السنّة یویّده) یعنی ولد صحیح العینین

كما ثبت بحديث ورد فى مسلم مجلد ثان صحيف ۳۱۳ عن نافع ان ابن عمر لقى ابن صياد وهو شابٌ قد نفرت عينه فقال له ابن عمر متى فعلت عينك ما ارى قال لا ادرى فقال ابن عمر لا تدرى وهى فى راسك فهذا دليل واضح ان ابن صيّاد ولد وعيناه صحيحتان وما نفرت عينه الّا وهو شاب ؛

والدليل الثانى على انه غير ابن صيّاد ما رواه الترمذى عن فاطمة بنت قيس ان نبىّ الله صلى الله عليه وسلم صعد المنبر فضحك فقال ان تميما الدارى حدثنى بحديث ففرحت فاحببت ان احدثكم ان ناسا من اهل فلسطين ركبوا سفينة فى البحر فجالت بهم حتى قذفتهم فى جزيرة من جزائر البحر فاذا هم بدابة لباسة ناشرة شعرها فقالوا اما انت قالت انا الجسّاسة قالوا فاخبرينا قالت لا اخبركم ولا استخبركم ولكن ائتوا اقصى القرية فان ثَمَّ من يخبركم ويستخبركم فاتينا اقصى القرية فاذا رجل موثق بسلسلةٍ .... قلنا فما انت ؟ قال انا الدّجال مجلد ثان صحيف ۴۹

أهوا عور ام لاواية عينيه عمياءُ

والدليل الثالث على ذلك انه كان لا يتصف بصفات تذكر للدّجال فى بعض الاحاديث كما رواه الترمذى عن النواس فى رواية انه يولد وهو اعور وفى رواية ان ابن صيّاد وُلد وهو صحيح العينين كما مرّ آنفا ثم اختلف فى ايّة عينيهِ عمياء ففى الحديث المروىّ فى مسلم ان الدّجال اعور العين اليمنى كان عينه عنبه طافيه مجلد ثان صحيف ۵۱۳ وذكر بمعناه الترمذى وفى حديث أخر لمسلم ان الدّجال ممسوح العين عليها ظفرة غليظة وفى حديث أخر له ان الدجال ممسوح العين فقط وفى الحديث المروىّ له ولابى داؤد وابن ماجة ان الدّجال اعور العين اليسرى وفى حديث أخر لمسلم وابى داؤد ان الدجّال اعور مطوس العين ليست بناتية ولا حجراء وفى حديث رواه ابن ماجة صحيف ۳۰۲ والترمذى مجلد ثان صحيف ۴۷ ان الدجّال عينه قائمة ثم رواية تميم الدارى لا تصدّق كل ما ذكر ولا تكذّبه بل انّها ساكتة عنه واهل فلسطين لم يذكروا فى نعته كونه اعور ولو كان كذلك لبيّنوه البتة ؛

فانظروا ايها القارئون الى هذا التناقض - كل راوٍ يروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وحاشا الرسول صلى الله عليه وسلم من هذا التضادّ والتغاير ؛

اشیخ هو امرشابٌ

روی الترمذی فی جامعه مجلد ثان صحیفہ ۴۷ و ابن ماجۃ صحیفہ ۲۴۲ انه شابٌ قطط عینه قائمۃ و فی روایۃ اُخری لابن ماجۃ صحیفہ ۲۴۳ فاتوه (اهل فلسطین) ودخلوا علیه فاذا هم بشیخ موثق شدید الوثاق یظهر الحزن شدید التشکّی و فی روایۃٍ اخری للترمذی ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مرّ بابن صیّاد فی نفرٍ من اصحابه منهم عمر بن الخطاب وهو یلعب مع الغلمان عند اطم بنی مغالۃ وهو غلام فلم یشعر (الحدیث) وکذا رواه مسلم فی حدیثہ فمررنا بصبیانٍ فیهم ابن صیّاد صحیفہ ۵۰۹ مجلد ثانٍ و فی روایۃ الترمذی عن تمیم انهم اتوه "فاذا رجل موثق بسلسلۃ" وذکر فی الحدیث المرویّ فی ابی داؤد انّه (الدجّال) رجل قصیر افحج و فی الحدیث المروی فی مسلم مجلد ثانٍ صحیفہ ۵۲۰ و ابن ماجۃ صحیفہ ۷۴۳ عن فاطمۃ بنت قیس فی قصۃ تمیم الداری انهم دخلوا الدیر فاذا فیه اعظم انسان ما رئیناه قطّ خلقا ؏

اختلاف اٰخر

ثم الاختلاف فی تلک الروایات علیٰ وجوه اُخر مثلا ذکر فی روایۃ الشعبی و مسلم مجلد ثان صحیفہ ۵۲۰ ان تمیم الداریّ (بنفسه) رکب فی سفینۃ بحریّۃ مع ثلاثین رجلا من لخم وجزام فلعب بهم الموج شهرا فی البحر ثم ارفئوا الی جزیرۃ فی البحر حین مغرب الشمس و فی روایۃ اخری لمسلم والشعبی ان بنی عمٍ لتمیم الداری رکبوا فی البحر فی سفینۃ مجلد ثان لمسلم صحیفہ ۵۲۲ و فی روایۃ الترمذی انّ ناسًا من اهل فلسطین رکبوا سفینۃ والروایۃ التی تفرد به الشعبی عن ابی سلمۃ ان تمیم الداری یحدث رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم عن رجل کان فی جزیرۃ من جزائر البحر فاذا بامرأۃ تجر شعرها ؏

اختلاف اٰخر

ثم اختلف فی شیئٍ رأه الناس فی تلک الجزیرۃ فقال بعضهم انه کان شیئًا لایعرف کما یظهر من روایۃ ابن ماجۃ التی عبر فیها عنه بلفظ "شیئ" مبهم غیر معیّن وقال بعضهم انه کان دابۃ اهلب کثیر الشعر لایدرون ما قبله من دبره من کثرۃ الشعر کما رواه مسلم فی کتابه مجلد ثان صحیفہ ۵۲۰ وکذا فی الترمذی فاذا هم بدابّۃ لباسۃ ناشرۃ شعرها مجلد ثان صحیفہ ۴۹ و فی روایۃ اخری لمسلم انه (تمیم الداری) رکب البحر فتاهت به سفینۃ فسقط الی جزیرۃ

فخرج اليها يلتمس الماء فلقى انسانا يجرّ شعره و فى رواية الشعبى فاذا بامرأة تجرّ شعرها كما مرّ ۔

فيا اهل فكرةٍ وقادة وقريحةٍ نقادة انظروا الى هذا التناقض ثم افتوا هل يمكن حمل هذه الروايات على ظواهرها؟ كلّا !!! لانها متخالفة على حسب ظواهرها تخالفا لا يمكن نسبتها معه الى رسول الله صلى الله عليه وهى ممتلئة باستعارات تعرف بقرائن قويّة وعلامات بيّنة توجد فيها ۔

ولا شك فى ان بعضا منها مردود بحسب الرواية والدراية ولذلك ترى الصحاح منها شهدت بصحتها الواقعات وانّها مقبولة لا ترد ولكن الموضوعات منها تبقى على حالها لا يُلتفت اليها وسأبيّن بعضا منها مفصّلا ان شاء الله لتعرف حقيقة الحال وتصان عن الضلال ولتجدنّ سبيلا يهديك الى الرشاد وينيلك المراد۔ والسلام

اِعْلَمُوْا

(لسيّدنا ومولانا المسيح الموعود عليه الصّلوٰة والسّلام)

انّ الاسلام دينى وعلى التوحيد يقينى وما ضلّ قلبى وما غوى ومن ترك القرآن واتّبع قياسًا فهو كرجل افترس افتراسا ووقع فى الوهاد المهلكة وهلك وفنى والله يعلم انى عاشق الاسلام وفداء حضرة خير الانام و غلام احمد المصطفىٰ احبّب الىّ منذ صبوتُ الى الشباب وقادنى التوفيق الى تاليف الكتاب ان ادعو المخالفين الىٰ دين الله الاجلى فارسلت الىٰ كل مخالفٍ كتابًا و دعوت الى الاسلام شيخًا وشابا ووعدت ان اُرى الاٰياتِ طلّابا ووعدت لهم نشبا كثيرًا ان عجزت جوابا فشاهت الوجوه ابا وما جاء احدٌ وما اتى ولم يجيبوا النداء ولا فاهوا ببيضاء ولا سوداء وما ركض احد منهم وما دنى فهذه اٰية من اٰيات صدقى وسدادى لقوم يتفكرون من عرفنى فقد صدّقنى ومن لم يعرفنى فلم يصدّقنى ومن جاهد فى امر يكشف الله ذٰلك الامر عليه فطوبىٰ لقلوبهم يجاهدون لكمالات

هٰذہ القصیدۃ

الحبی المحترم ظفر محمد انشدها فی مدح مبشرنا المکرم الحکیم فضل الرحمن حین ورد قادیان بعد امضائہ سبع سنین فی افریقیہ فی مجلس الدعوۃ الذی دعی فیہ ھو وسیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز وغیرھما من الاحباب الکرام۔ واظھر سیدنا المسرۃ لہ (المدیر)

(۱) قفل المبشر فائزًا منصورا — یاربِّ! فاجعلْ سعیہ مشکورا

(۲) رجع المبلّغ بعد سبع کاملہ — اونیف ھذا ماعددتُ شھورا

(۳) کل یسابق غیرہ للقائہٖ — کلٌّ یبادر نحوہ لیزورا

(۴) فصغیرنا وکبیرنا المجیئہٖ — کلًّا تریٰ مستبشرًا امسرورا

(۵) الیوم یُکرَم کالملوک لسعیہ — وغدًا سیوھب جنۃً وقصورا

(۶) المجاھدَ الاسلام! أنت معظم — فینا۔ ونشکر سعیک المبرورا

(۷) اُرسلت من خلف المسیح ونجلہ — نحو الذین غوَوا وکانوا بُورا

(۸) کانوا تبیلک مثل میت ذلۃ — یتزایدون مزلۃ وعشورا

(۹) فھدیتھم واریتھم سبل الھدیٰ — وحشیتھم ونفخت فیھم صورا

(۱۰) وجذبتھم نحو الالٰہ ودینہ — وبنورہ نوّرتھم تنویرا

(۱۱) ونفخت فیھم روح حبّ محمّدٍ — وملأت کلًّا بھجۃً وسرورا

(۱۲) علّمتھم ارکان دین المصطفیٰ — وبمائہ طھّرتھم تطھیرا

(۱۳) صبّحتھم کاس الھدیٰ وغبقتھم — وسقیتھم بعد الخمور خمورا

(۱۴) ما ذٰلک الّا من فیوض مسیحنا..... — خو کان عیناً للانام ونسورا

(۱۵) واللہ یعطی من یشاء ویمنع — وعطاء ربّی لم یکن محظورا

(۱۶) امبشر الاسلام ھذا فضلہ — فعلیک صاحِ ان تکون شکورا

هدايا

{نظمه العبد المفتقر الى رحمة الله فى مدح سيدنا ومولانا الميرزا بشير الدين محمود احمد خليفة المسيح الموعود الثانى ايده الله لعله يحتظ من انظار عنايته نظرة تشفيه ÷ (المجيب)}

(۱) الٰهى! انت "ذو عزٍّ" جَليلٌ ... عطاءك لا يحاط به جزيلٌ
(۲) بعثتَ محمّدًا اخير البرايا ... رسولًا لا يماثله رسولٌ
(۳) ببركة فيضه زرنا مسيحا ... يفيض ويحرس عمّا يهول
(۴) كريمٌ عبقريٌّ هبرزيٌّ ... قراح لا يمازجه طَفِيلٌ
(۵) جريّ الله فى حلل الكرام ... نظيفٌ خالصٌ نقيٌّ زليل
(۶) له ولدٌ بغرّته ضياء ... كانّ جبينه سيف صقيل
(۷) شجاع لا يخاف وذو المعالى ... عزيز باسل رجل رجيل
(۸) حليم كاظم بَدَل عطوف ... عفيف عالم نَبَلٌ نبيل
(۹) جواد حازم فطن أريب ... نجيب مُعْرِق عَلَمٌ نسيل
(۱۰) حكيم فاضل يقظ اديب ... مغيث المستغيث ندٍ حمول
(۱۱) تغنّم طاعنوك خسيس أشّ ... فكلّ منهمُ قرد رغول
(۱۲) عدا كلّ عليك بغير علم ... ولم يظفر بمقصده جهولٌ
(۱۳) تعز بفضله يومًا ويومًا ... عليهم لعنة البارى تصولُ
(۱۴) وشدّوا عن جماعتنا بنحس ... كانهمُ من الشجر الجفيلُ
(۱۵) وكلّهم غليظ القلب نِكْسٌ ... شحيح طامع شَكِس حظولٌ
(۱۶) قبيح الخَلق مُمتَلِئٌ بغِشٍّ ... غضيض خائن ذلٌّ جبيلٌ
(۱۷) وانت خليفة المهدى حقًّا ... واُلقِى فى القلوب لك القبولُ
(۱۸) فيا محمود احمدُ انت مرءٌ ... عدوّك فى الورى ابدًا ذليلٌ

وانى "صادق" أرجو دعاءً
لعلّ الله مطلوبى ينيلُ

ادب اللّغة

لمولانا ابو الحسن المعروف بقدّسی

هو معرفة ما یوصل المرأ الی ایراد کلام بلیغ ویُجنّبه الزّلل فی العبارات و المعانی حسب ما تصفّحه من اسالیب ائمة اللّغة الّذین یُردّ الیهم امرُ الفصاحة والبلاغة فلا شكّ ان هٰذا العلم اکبر العلوم نفعًا واجلّها طائلًا اِذْ به تُعرَفُ جودةُ الکلام ویُمیّز بین الصحیح وغیره وبه یُختَبرُ مقدارُ المتادّبین والمنشئین مما کان لهم من الاستطاعة ومهارة اللّغة۔ وبه یقدر صاحبه علی تفنّن العبارات وربط الکلمات ؛

وما لابُدّ منه للمتادّب اَنْ یُداوم النظرَ فی مطالعة الکتب والرّسائل الادبیّة المشتملة علی خرائد النّثر وفرائد النظم لتکون له من وراء ذٰلك سلیقةٌ ادبیّة وملکة بیانیّة تمهّدُ له انحاء فصاحة الکلام وتُعینُه علی معرفة الاسالیب فی البیان فیمکن له ان ینحی بتراکیب کلامه منحی الفُصحاء والبلغاء۔ کیف لا؟ والجاهل عن هٰذا بعیدٌ عن معرفة الفصیح بُعد الضبّ عن الماء فضلًا عَنْ اَنْ یاتی بعبارةٍ فصیحة۔ وعلیه ان یکون کلامُه منزّهًا عمّا یُوجب الثقل علی اللسان او الذّهن من کلمات غریبه متنافرة بل لیبیّن ما فی مُخیّلته بعبارة واضحةٍ سلسة لیست بطویلة منتهیةٍ الی الفساد ولا بقصیرةٍ مُخِلّةٍ بالمراد بل تکون بحیث تُروی غُلّة قارئٍ وتثلج فؤاد سامع ؛

ثمّ لمّا کان کلامی هٰذا بالعربیّه رایت اَنْ اُخصّها بالذکر وهو انّه قد اتی علی هٰذه اللّغة المبارکة زمانٌ خمدت فیه نارُها ونضب ماءها فاصفرّت روضتها الغناء بریح الجدب وصرصر الاٰفات ونودی لنهب ازهارها واثمارها اَنْ یا للثّارات وبقیت کانّها مرمیّةٌ بالعُقم او مصابةٌ بالسُّقم ؛

فاخذ الاجانب یکیدون لمحوها کیدًا ولوثة الاعجام تسری فیها رویدًا رویدًا واهلها قد مالوا عنها میلًا کانّهم یظنون الاعتناء بها ویلًا۔ فبلغت حالتها من السقوط الی غایة تقشعرّ منها الجلود ویرثو لها اصحاب الاخدود فجاءت

متظلّمة ولسان حالها تكرّر هذين البيتين ؛

فيا ويحكم ابلى وتبلى محاسنى ومنكم وان عزّ الدّواء اساتى
فلا تكلونى للزّمان فاننى اخاف عليكم ان تحين وفاتى

فارجو من ادباء العربيّة وكتّابها ان يشمّروا ذيول الجدّ ويقوموا بامرها احسن قيام سيّما اصحاب الجرائد العربيّة فانهم جديرون بان يجهروا بما يرون فيها من التّصرّفات العجميّة وبالاخر دعائى ان لا زالت شمس رقيّ العربية مشرقة على البلاد الشرقيّة والغربيّة ؛

انحطاط الاسلام بايدى العلماء

(للمولوى عبد القادر البلوصى)

اريد ان ابيّن ان الاسلام انحطت كلمته وزالت رفعته بايدى العلماء الذين يدعون حمايته ويزعمون انهم رداء المسلمين وجنتهم - والحال انهم شوم له ولهم بما خبطوا فى تاويل الشريعة الغراء خبط العمياء الحشوء وجعلوا كلمتها سفلى بسفاسف اقوالهم اتباعا للاهواء - وها انا اضرب للقارئين الكرام مثالًا من سخافاتهم التى تمسّكوا بها كل التمسك ودرجوها على نفقه عقولهم وهو قولهم ان الروح الذى هو من التجلّيات الربّانيّة التى يجليها الله على عباده الصالحين بواسطة الملك جبريل تارة ينزل من السماء ويدنو المقربين بحيث لا يبقى بينه وبينهم قيد شبر وتارة يبعد عنهم بعدًا لا بعد مثله حتّى لا يمكن لبصارة تتبّعه ولو كانت فى اىّ رتبة من الحدادة ؛

ولو فكروا العلماء ان الاعتصام بهذا الاعتقاد يوجب الضعف للاسلام لان النصارى يعتقدون بان الرّوح من حين نزوله على المسيح ابن مريم ما فارقه ساعة ويستنير به كل آن ؛

فانظروا ايّها العقلاء الى غباوة هؤلاء المتطفلين على موائد الشريعه والمدعين حمايتها كيف اغاروا عليها واهانوا نبيّنا صلى الله عليه وسلم هل يجوز

حقل مومن ان يظن ان الملك يفارقه صلعم الذی افضل الانبياء ويلازم المسيح الذی هو بمنزلة حذمه ولو خاضوا فی عمق هذه العقيدة الواهية وما سبحوا علی سطحها الدروان وراء اعتقادهم هذا تقوية النصارٰی فی قولهم ان المسيح امتاز علی سائر الانبياء بمحاسن واوصاف لا توجد فی غيره - لان الذی يلازمه الملك دائما ويتوتر الطافه تعالیٰ عليه لا شكّ فی كونه افضل ممّن سواه ؛

ويلزم بهذا الرأی الضعيف مفارقة الروح عن الصلحين واحاطة الظلمة بهم ايض والآيات القرآنيه والاحاديث الصحيحة تخالفه كما قال تعالیٰ "نورًا يمشی به" "وانّ عبادی ليس لك عليهم سلطان" - ولو سلّمنا ما قالوا للزم ظلم من الله علی عباده (وتعالیٰ علوا كبيرا) بانه انظر الشيطان ومن تبعه ليضلهم ويسلكوا بهم سبيلا غير سبيل الرشد ولكن لم يهيّئ لهم سببا يتمسّكون به ويتقون به مزلّات غوايتهم - وهو باطل بلا شبهه فلا شك ان اثم غواية الناس وضلالتهم علی اعناق هؤلاء المضلّين يوم القيامة فليخافوا وليحذروا نفسه تعالیٰ ؛

:- تمت بالخير :-

الحكم

اثر بعملك معادك ولا تدع لشهوتك رشادك وليكن عقلك وزيرك الذی يدعوك الی الهدیٰ ويعصمك من الردی والجم هواك عن الفواحش والملقه فی المكارم فانك تشيد بذلك شرفك - اذا اردت ان تطاع فاسئل ما يستطاع - رضاء الناس غاية لا تدرك - ما اشتار العسل من اختار الكسل ولا ملأ الراحة من استوطأ الراحة - كن ابن من شئت واكتسب ادبًا - يغنيك محموده عن النسب ؛

لمن المعالی؟

ليس المعالی للذی اتخذ الوَنَی	طبعًا وجال النوم فی اجفانه
ان المعالی للذی قلّت الكری	منه الجفون وجدّ فی عرفانه
بالعلم يدرك كل امر ضائع	والدهر للساعی كطوع بنانه

التبليغ

(لمولانا عبد الرحمان انور البونتاوی)

قال الله عزّ وجل فی المائدة - یایها الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلّغت رسالته والله یعصمک من الناس ان الله لا یهدی القوم الکٰفرین یعنی ایها النبیّ الکریم نبئ عبادی بما اخبرتک به لیمتثلوا بما امروا به ویجتنبوا عما نهوا عنه ویفلحوا فی الدنیا والاٰخرة وینالوا رضاء الله فیهما ورضوان الله اکبر - وان لم تبلّغهم بما اُمِرت بتبلیغه الیهم فاعلم انّک ما ادّیت حق فریضة الله التی فرضها علیک وان عرض لک عارض من الخوف وخشیة الناس فلا تبال به لان الله بنفسه کافل امرک و عاصمک من الاٰفات والحوادث التی تدور علیک فی سبیل الوصول الی اداء هذه الفریضة - وانّ الذین یقومون لهدم ما بنیت بأمره ویریدون ازالة ما ترید اقامتها به فیهدیک ربک ویخسر الذین لا یومنون بما جئت به۔

واعلم انّ التبلیغ قسمان قولی وعملی اوّلهما ما ذکره الله مرارًا فی کلامه الطیب مثلا قال ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن وکنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر ولولا ینهاهم الربّانیّون والاخبار الاٰیة وغیرها من الاٰیات الشریفه فصُرح فیها ان خیر امة یعنی المسلمین اخرجهم الله لیامروا بالمعروف وینهوا عن المنکر ویبلغوا ما اٰتاهم الله من فضله لیستفید غیرهم به ویحصّلوا علیٰ مقصودهم الذی خلقوا له وان احدٌ من المسلمین استخف الامر ولا اکترث بما اُمر به من الله و لا اجتهد فی نجاة من یذهب لضلالته الی النار واغفل واهمل فی الدعوة الی الخلاص فانه عصی الله ان یواخذ به ویسئله عن غفلتهٖ فی ندائهم الی الایمان - افلا یری ان الله لعن علماء الیهود ورهبان النصاریٰ علیٰ لسان انبیاءهم بانهم لم یامروا الناس بالمعروف وینهوهم عن المنکر فضلّوا وهم غٰفلون ۔

والثانی عملیّ وهو الذی اشار الله الیه فی کلامه الکریم مرارًا مثلا والذین ینفقون

اموالهم باللیل والنهار سرًّا وعلانیة فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولاهم یحزنون - یعنی انّ المؤمنین الذین تخالط قلوبهم بشاشة الایمان ویهتزّون بطاعة الله ینفقون باللیل سرًّا لئلا یحمل انفاقهم فی سبیله بوجه الخلوص علی الریاء والسمعة ولا یمکن لا نفسهم الافتخار به بین الناس وذلك دلیل علی انهم یُقبلون علی ما شاء فهم الله به من اوامره ونواهیه وعلی ذلك ینفقون علی مرأی الناس ولکن لا علی وجه المباهاة بل بنیّة ان یعمل غیرهم ما عملوا ویضاهی سواهم فیما تعلّق به مرادهم وفلاحهم فیعملون عملًا صالحًا ویحرّکون غیرهم علیه وقال الله فی موضع اٰخر لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة یعنی علیکم ان تتبعوه فیما یفعل فانّ کلّ فعلٍ له ما یرضی الرّب ویُمیت شیطنة الانسان لذلك قال صلی الله علیه وسلم ان شیطانی قد اسلم فالتبلیغ العملیّ احق ان یسمی بالحقیقی والقولی فرعه لانّ المراد به ان یوصل الی الله عزّ وجلّ فاذا لم یعمل به فهو کقشر بلا حقیقة لا یغنی شیئًا فالعملیّ اولی ؛

واجلّ ما به انحطاط المسلمین فی هذا الزّمن اعراضهم عن کلام الله واغفالهم فی احکامه ولو انهم صبروا واقاموا الصّلٰوة واٰتوا الزکٰوة وعملوا بما امر الله به لما کانوا علی ما هم علیه وما استکانوا وذلوا وما خذلهم الله ولکنهم غفلوا وکسلوا وخاضوا فی الدنیا وما فکروا وبئس ما فکروا فغیّر الله ما بهم من الطاقة ونعمه علی سنته المستمرّة فی سنن الاولین وذکرها فی قوله انّ الله لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما بانفسهم فیا معشر الخلّان التبلیغ التبلیغ فانه حبل الله الّذی ینجیکم فی الدنیا والاٰخرة - فقط ؛

وفاة المسیح

انّ عیسٰی علیه السّلام لم یقتل ولم یصلب ولکن توفّاه الله عزّ وجلّ ثم رفعه الیه وقال عزّ وجلّ (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ) وقال تعالیٰ (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ) وقال الله تعالیٰ عنه انه قال (وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ) وقال تعم (اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا) فالوفاة قسمان نوم وموت فقط ولم یرد عیسٰیؑ بقوله (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) وفاة النوم فصحّ انما عنی وفاة الموت" (المحلّٰی للعلّامه ابن حزم المجلد الاوّل ص ۲۳ معارف مارس سنه ۱۹۳۱ء)

النبوة وحديث القصر

(للمولوی محمد سلیم)

الحمد لله الذی وبيه والسلام والصلوة علی سیدنا محمد الذی نبیه۔

(اما بعد) فمن المشاهدات ان کلما انتقضت اساطین الدین واضطربت قوائمه وتحرکت بنیانه وتزلزلت دعائمه واختلفت آراء اربابه وتنوعت وتنازعت عقولهم وتصادمت بعث الله المبشرین لتقویم اودہ واعدام عوجه فسعوا فی جمع شطه ونظم شتاته +

ولا یخفی علی الفطن اللبیب والفهم الاریب ان الاسلام قد احاطت به الامراض والاسقام فی هذه الایام واضمحلت قوائمه وتزلزلت ارکانه والمسلمون قد نبذوا کتاب الله وراء ظهورهم غیر مبالین ولا مکترثین به فبعث الله الیهم المسیح الموعود علیه السلام لاعادة رواء الاسلام وبهائه وسنائه وجعله وقایةً للملة البیضاء وفدیة للشریعة الغراء فقال یا معاشر المسلمین انی نبی الله ورسوله الیکم فانتبهوا واستیقظوا وشمروا اذیالکم واکشفوا عن اسوا قکم لخدمة الاسلام وانصرونی ینصرکم الله ولا تعرضوا عنی فانی منجیکم

من فر منی فر من رب الوری　　انی انا النهج السلیم الاقوم

واتی بالادلة المعقولة والبراهین المصقولة علی صدق دعواه ودعا المخالفین الی المنازلة فما کانوا من المبارزین واحتجوا علیه بان من معتقداتنا ان النبوة قد انقطعت والرسالة بالنبی صلعم قد ختمت کما فی الحدیث عن ابی هریرة قال۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل قصر احسن بنیانه وترک منه موضع لبنة .... فانا تلک اللبنة"

انی متاسف غایة الاسف ان اکثر المسلمین واکثرهم العلماء صاروا کانهم اغبیاء لانهم یتمسکون فی کل امر بظواهر الفاظ الاقوال ولا یتفکرون فی مفاهیمها افیثبتون لله عز وجل ایادی یبطش بها ولسانا یتکلم به الا فکیف یقیمون " ید الله فوق ایدیهم" "وما کان لبشر ان یکلمه الآیه" و"رجالا نوحی الیهم" علی ظاهرها فعلم ان المقصود بالکلام ما استعمل فیه وما هو موضوع له وفی الحدیث المذکور بین سیدنا ان الانبیاء من قبلی کانوا کامرأة عاطل .... فلما جعلنی الله نبیًا وانتظمت فی سلکهم کنت لهم زینا ووقیتهم شینًا ولو کانوا احیاء لافتخروا باطاعتی وتعلقوا

باذیالی ولایسعهم شی غیر ذٰلک والثانی ان القصر لایهمل بعد بناءہ بل یحفظ ویعین علیه محافظ لحفاظته من حوادث الحدثان وعاصم یعصمه من طوارئ الزمان فهکذا امر النبوة لایترک سدًی۔ فمنطوق الحدیث یدل علی عظمة شان النبوة وتحریض المومنین علی محافظتها لانها نعمة عظمیٰ۔ و وسائل محافظته تنحصر فی ثلاثه الاوّل۔ ان تشتغل الامة کلها فی تبلیغ الاسلام واعلاء کلمة الله ورفع شان النبوة ولکن هٰذا عسیر جدًّا ومردود بقوله تعالیٰ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یدعون الی الخیر الآیہ حیث فسّر البیضاویؒ هٰذه الآیة بالتفسیر الآتی "من للتبعیض لان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر من فروض الکفایة ولانه لایصلح لها کل احدٍ" فالامّة جمیعها لایصلح لذٰلک ÷

الثانی ان ینهمک العلماء العامّة فی ذٰلک ولکن هٰذا الطریق ایضا غیر محفوظٍ لان اقوال رسول الله صلی الله علیه وسلّم اسقطتهم عن منزلة الوثوق بهم فکیف لا وقد قال رسول الله (صلعم) "وعلماءهم شر من تحت ادیم السماء منهم تخرج الفتنه وفیهم تعود" فبقی وجه ثالث الثالث ان یبعث الله النّبیّین والمرسلین۔ لیقیموا شرفهم فی قلوب الناس ویشیّدوا قصرًا کمل بمجیئ رسول الله صلی الله علیه وسلم ویظهروا ایه ان الرسل والانبیا زینهم رسولنا صلی الله علیه وسلم فعلی متبعیهم ان یقدروہ ولا یستغنوا عنه ونحن اجزاء تلک اللبنة المزیّنة اخرجنا الله لنرفع شأنها ونعلی اسمها ونثبت ان ذٰلک القصر لایعلو قدرہ وترتفع منزلته الا بتلک التی نحن اجزاءها ÷

فیا طالب الحق فکّر فی کلامی یهدک الی الرشاد انشا

الاطلاع } ومن المأسوف ان مضامین مفیدةً لبعض احبابی لم تندرج فی هذه الوریقات لضیق المقام وعدم السّعة فیها وتتزیّن "الجامعة" بها انشاء الله فی اشاعتها المستقبلة ÷

(المدیر)
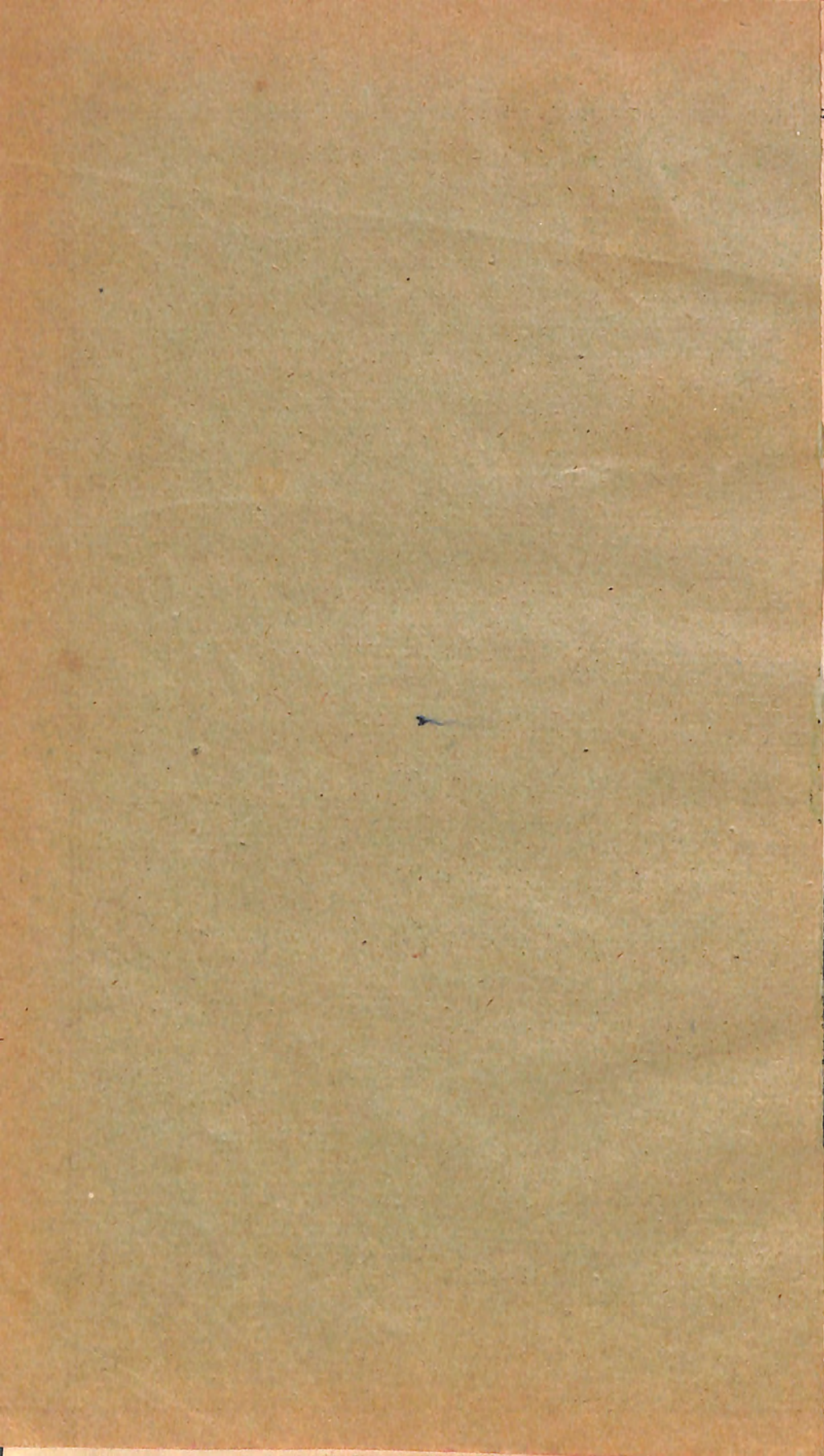
کچھ رسالہ کی نسبت

۱- یہ رسالہ (انشاء اللہ) ہر تین ماہ کے بعد قادیان سے شائع ہوا کریگا *

۲- اس کا عام سالانہ چندہ ایک روپیہ آٹھ آنہ ہے *

۳- معاونین سے تین روپے سالانہ لیا جائیگا *

۴- ترسیل زر محض بنام مینیجر ہو *

۵- تاریخ اشاعت سے بیس یوم تک اگر رسالہ موصول نہ ہو تو اطلاع آنے پر رسالہ مکرراً ارسال کیا جائیگا۔ بعد ازاں رسالہ مفت نہ ملیگا *

۶- کوشش کی جائیگی کہ اس کا حجم زیادہ ہو اور لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہو بہر حال موجودہ صورت میں اس کا حجم ۶۸ صفحات سے کم نہیں ہوگا۔ اور اگر احباب تھوڑی سی توجہ اس رسالہ کو بہتر بنانے کیلئے کریں تو اس کی ترقی کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ اس رسالہ کے عملہ میں کوئی اب فرد نہیں کہ جسے اسکے کام کا کچھ عوضانہ دیا جاتا ہو۔ بلکہ جو کچھ بھی آمد اس رسالہ کی ہوگی وہ سب کی سب اس کی بہتری اور بہبودی میں خرچ ہوگی *

۷- ہر ایک قسم کی خط و کتابت بابت رسالہ مندرجہ ذیل پتہ پر ہونی چاہیئے *

مینیجر رسالہ جامعہ احمدیہ

قادیان (پنجاب)

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں عبدالرحمٰن بوتالوی انور پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر قادیان سے شائع کیا *